

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا دَلَّ عَزَّ وَجَلَّ

وحدتِ امت

فقہی اختلافات کی بنا پر ملت میں محاذ آرائی
کے خلاف
ایک قبلہ کی تکفیر اور
ایک مدلل اور مستند تحریر



مصنف :

مولانا محمد اسحاق صاحب

خطیب جامع مسجد محمدی کریمیر، فیصل آباد



مکتبہ پبلیک

مکان نمبر 81 گلی نمبر 8 گلگشت کالونی۔ فیصل آباد۔ فون: 718721

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

دورِ حاضر میں ملتِ اسلامیہ کو درپیش چیلنجوں کی نوعیت کثیر الجہات ہے ٹیکنالوجی کے حوالے سے پسماندگی ہمارا ایک ایسا روگ ہے جس نے ہمیں بار بار ہزیمتوں اور سواکن شکستوں سے دوچار کیا ہے۔ پھر یہود و ہنود اور دیگر غیر مسلم طاقتوں کی سازشیں اور جارحیتیں ہیں جن کا مقصد حیاتِ ملت کے مادی وسائل پر تسلط اور مسلمانوں کی نئی نسل کا ثقافتی ارتداد ہے لیکن سب سے زیادہ تباہ کن اور شرمناک مظہر مختلف حوالوں سے ہماری آپس میں محاذ آرائی ہے اور اسے تو یہ ہے کہ اس گھر کو جو آگ لگی ہے تو گھر کے چراغ ہی سے لگی ہے۔ دشمن کا تو کام ہی دشمنی کتاب سے اس سے کیا گلہ اور کیسی شکایت، غضب تو یہ ہے کہ ہم خود دشمن کی گیم کھیل رہے ہیں۔ یہاں پر بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ اور ہماری اپنی تلوار کا حال تو یہ ہے کہ بقول شاعر سے

جیب پٹی اپنوں کی گردن پر چلی جو دم لوں منہ میں تری تلوار کا

ہماری اندرونی محاذ آرائی کا سب سے افسوسناک پہلو مذہب یا مسلک کے حوالے سے تفریق بین المسلمین ہے۔ ہمارے ہاں اپنے علاوہ دیگر اہل قبلہ کی تکفیر ایک دل پسند مشغلہ ہے۔ اور

فقہی اختلافات کی بنا پر مخالفین اور دشمنیاں پالنا ہمارا روزمرہ کا معمول۔ زیر نظر رسالہ محاذِ آرائی کی اس قسم کو کم کرنے کی ایک دردمندانہ کوشش ہے۔

دراصل یہ رسالہ راقم کے ایک خطیہ جمعہ پر مبنی ہے جو مورخہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ کو جامع مسجد کرمیہ فیصل آباد میں دیا گیا۔ اصل خطبہ پنجابی زبان میں تھا جسے اجاب نے ریکارڈ کر لیا اور بعد میں اسے اردو زبان میں لکھا گیا۔ اس شوق میں کئی اجاب نے حصہ لیا۔ بالخصوص جناب شفیق الرحمن صاحب، قاری عبدالمنان صاحب، جناب محمد حسین صاحب، جناب عبدالرحمن صاحب اور جناب نذر محی الدین صاحب (ریٹائرڈ اسٹنٹ ڈائریکٹر محکمہ تعلیم سکولز فیصل آباد ڈویژن) نے اس کا ذخیرہ کو بڑے ذوق و شوق سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ خدا ان سب کو تیرے خیر سے بہر حال موجودہ شکل میں رسالہ ہذا کے جملہ مندرجات و بیان کی مکمل ذمہ داری راقم کی اپنی ہے۔

اس سے قبل اس رسالہ کا ایک ایڈیشن محدود تعداد میں شائع کیا گیا تھا جس پر ہمیں کثیر تعداد میں اربابِ علم و فضل اور عوامِ قارئین کی جانب سے قیمتی آراء اور مشورے موصول ہوئے، ان میں سے کچھ شامل اشاعت ہذا میں۔ تمام موصول شدہ آراء سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان کی رد و نشانی میں موجودہ ایڈیشن کو زیادہ سے زیادہ جامع بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ ہمارے بعض کرم فرماؤں نے رسالہ ہذا کے بارے میں اظہارِ خیال

کرتے ہوئے اسلوب بیان کو میزان ادب عالیہ میں
 توڑنے کی کوشش کی ہے۔ نیز بعض فقرات اور بیانات
 کے اعادے پر بھی تنقید کی ہے۔ ایسے اجاب کی عمدت
 اقدس میں گزارش ہے کہ یہ بندہ ناچیز ادیب اور قلمکار
 نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی پیشہ ور مصنف ہے جیسا کہ
 اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اجاب نے میرے ایک خطبہ
 جمعہ کو آج کے دور میں امت مسلمہ کی ضرورت محسوس
 کرتے ہوئے اردو کا جامہ پہنا کر شارع کرانے میں
 میری معاونت کی اور اس ضمن میں انہوں نے میرے
 رنگ خطابت کو جو کاتوں پر قرار رکھنے کی کوشش کی
 ہے۔ خطبہ میں مختلف سطحوں کے سامعین پیش نظر ہوتے
 ہیں اور ایک ہی بات کا مختلف انداز میں دہراتا تمام
 سامعین تک ابلاغ کی ایک ضرورت ہوتی ہے۔ اہل علم
 بخوبی واقف ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جسے قرآنی اصطلاح میں
 تہریف کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خطبہ میں منطقی ربط و ترتیب
 یا کسی خاص علمی انداز تصنیف کی تلاش بے محل ہوگی۔ یہ سوال
 تو محض امت کو تفرقہ بازی اور مجاذراتی سے بچانے
 کے لئے دکھی دل کی ایک پکار ہے۔ ایک فریاد ہے
 اور اہل نظر تو جانتے ہیں کہ فریاد کی کوئی لے نہیں ہوتی اور
 نالہ پائینے نہیں ہوتا۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

۱ الفاظ کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا
 جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات
 ہند رسالہ ہذا کو اسی تناظر میں پڑھا، دیکھا اور پڑکھا
 جائے۔ بہر حال ان جملہ اجباب کا جہتوں نے اپنے قیمتی
 شوروں سے راقتم کو نوازا مگر شکریہ!

ملت اسلامیہ کا ایک ادنیٰ خیر خواہ

محمد اسحاق

خطیب جامع مسجد محمدی کریمہ
 جیلانی پورہ۔ گلی نمبر ۱ ستیانہ روڈ
 فیصل آباد

دِیْلَچَہ

کسی انسانی گروہ کو اس کی شامت اعمال کی بنا پر اللہ عزوجل گونا گوں طریقوں سے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ عذاب کی بدترین شکل کی طرف اشارہ سورۃ النعام کی آیت نمبر ۶۵ کے ایک حصہ میں یوں کیا گیا ہے۔

أُولَئِكَ بِشَيْعًا وَّيَذِيقُ بَعْضَكُم
بِأُخْرٍ بَعْضٍ

ترجمہ: "یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے
(سے لڑا کر آپس کی) لڑائی کا مزہ چکھا دے"

(مترجم مولانا فتح محمد ضیاء الدہری)

اس فرمان الہی کی تفسیر میں علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں "اس کے علاوہ سخت تر عذاب یہ ہے کہ آپس میں انتشار اور بے اتفاقی کی وجہ پھوٹ پڑتی ہے۔ ایک قوم کے فرزند، ایک ملت کے افراد مختلف گولوں اور فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔ کہیں مذہب و جہ فسادین جاتا ہے اور کہیں سیاست باعث انتشار۔ اپنوں کی عزت اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دیتا بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ اوروں کو رہنے دیکھتے اپنے گھر کا حال دیکھتے۔ جب سے ہم نے صراطِ مستقیم سے انحراف کیا ہے ہم کن پستیوں

میں دھکیل دیے گئے ہیں۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک کعبہ پر ایمان رکھنے والے کس نفاق اور انتشار کا شکار ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔“
(تفسیر ضیاء القرآن جلد اول صفحہ ۵۶۶) ایک شاعر نے اسی مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔

ہر دل میں کدورتیں بھری ہیں
محسن، یہ عذاب کی گھڑی ہے

بدقسمتی سے پاکستان میں عذاب کی یہ گھڑی آپہنچی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے چشم بینا دیا ہے وہ اس لمحہ بہ لمحہ شدید تر ہوتے ہوئے عذاب کی ہولناکیوں کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے جہنمی شعلوں کی تپش کو اپنے دل و درمستد میں محسوس کر رہے ہیں۔ یہ رسالہ اسی محاذ آرائی کی آگ کو جس حد تک بھی ممکن ہو کھلانے کی ایک کوشش ہے اور اس کا واحد مقصد وحدت امت کو بحال کرنا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان فاصلوں کو کم کرے اور انہیں بھائی بھائی بنا دے۔
وَمَا أَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

نہایت فروری وضاحت

اس رسالہ میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ مختلف اسلامی فرقوں کو نہ تو ایک دوسرے کی تکفیر کرنا چاہیے اور نہ ہی محض فقہی

اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کی اقتدار میں نماز یا جماعت سے احتراز کرنا چاہیئے۔ لیکن واضح رہے کہ ایسے گروہ جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کے قائل ہوں، انہیں ہم اسلامی فرقوں میں شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ خود ہی ملت اسلامیہ سے خروج کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ یہ بات اگرچہ اظہر من الشمس ہے اور بظاہر یہ وضاحت غیر ضروری نظر آتی ہے لیکن چونکہ منفی سوچ رکھنے والے اصحاب اصلاح بین الامت کی ہر گوشش کو غلط رنگ دینے کے عادی ہیں۔ اس لئے یہ وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ "فی سبیل اللہ فساد" کر نیوالے لوگوں کو اس قسم کا کوئی موقع کم از کم ہماری طرف سے فراہم نہ ہو سکے۔ نیز حیب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی مسئلہ اسلامی فرسے کو کافر نہیں کہتے تو حاشا وکلا اس میں یہ مترجم نہیں ہے کہ ہم مختلف فرقوں کی گمراہیوں کا جواز پیش کر رہے ہیں۔ ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ جو گمراہ ہے اس کو صرف گمراہ کہو۔ اسکی گمراہی کا رد کرو۔ لیکن کافر کہنے سے گریز کرنا۔ کیونکہ بقول مولانا شاہ رحمہ اللہ امر گمراہی کا ہمارا اس باب میں مسلک وہی ہے۔ جو امام المحتاطین امام ابوحنیفہؒ کا ہے لَانْكَفِرُ مَا هَلَّ الْقِبْلَةَ۔

جب ہم نے وحدت امت کا پہلا ایڈیشن دستوں کی خدمت میں پیش کیا تو جہاں اسکی موافقت اور مخالفت میں بہت سی آراء آئیں وہاں سب سے بڑا اعتراض یہ آیا کہ اسلام کا دائرہ صرف فقہی اختلاف رکھنے والے مسالک تک محدود ہے اور جو لوگ اہل سنت سے مختلف عقائد رکھتے ہیں ان کے کچھ

نہ نماز جائز ہے اور نہ رشتے ناتے، مقصد یہ کہ عبادت کا اختلاف
 رکھنے والے لَانَكْفُرْ مَا هَلَّ الْقِبْلَةَ کی فہرست میں نہیں آتے
 ہم نے اس کا از سر نو جائزہ لیا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں بھی ایک
 دو آراء اس سلسلہ میں شامل کی گئی تھیں، لیکن اب تفصیل کے ساتھ
 اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ تابعینؒ عظام، ائمہ اہل سنتؒ اور فقہائے کبارؒ کی آراء
 شامل کر رہے ہیں۔ یہ حوالے ان لوگوں کے ہیں جن پر مذہب
 اہل سنت کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ اور کوئی بھی اہل سنت ان میں
 سے کسی کی مخالفت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

آج سے کوئی نو سو سال پہلے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے
 اسی مسئلے پر اپنے ایک رسالہ "التفرقة بین الاسلام والزندوت" میں
 سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس رسالہ کی ایک تلخیص علامہ شبلی مرحوم
 نے اپنی کتاب الغزالی میں دی ہے۔ تلخیص مذکورہ کے اقتباس کو ضمیر کے
 طور پر شامل اشاعت ہذا کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رستی کو مضبوط پکڑے
رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

موضوع زیر بحث نہایت اہم اور حساس نوعیت کا ہے چونکہ ہم اس قسم کی باتوں کے سننے اور ان پر غور کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ لہذا کچھ اجباب کے لئے یہ ناپسندیدہ ہوں گی لیکن جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر آپ سے مخاطب ہوں۔ اس کا تقاضا ہے کہ آپ تحمل سے بات سنیں اور پھر اس پر غور کریں۔ کیونکہ امت مسلمہ کی حیات و بقا کے لئے اس کا ذہن نشین ہونا اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ تو مسلمان صدیوں سے اپنی قوت ضائع کر رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اور دین کے دشمنوں کو موقع فراہم کریں گے۔ کہ وہ انہی سے کام لے کر امت مسلمہ کو تباہ و برباد کرتے رہیں۔

امت مسلمہ میں فروری اختلافات ایک دور روز کا قصہ نہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہی اختلافات نمودار ہو گئے تھے۔ لیکن اس دور میں اختلافات

وجہ انتشار نہیں بنے۔ ان بزرگوں نے اتحاد برقرار رکھا۔ لیکن آج اختلافات کی فتنہ گری نے امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

یاد رکھئے کہ مسلمان ایک امت ہیں اور کل طیبہ پڑھ لینے والے سب لوگ ایک بدن کے اعضاء کی طرح ہیں۔ لہذا کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو اسلام سے خارج کرے یا اسلام کا ٹھیکے دار بن کر لوگوں پر کفر کے فتوے لگائے۔ تکفیر وہ جرم ہے جس کے مقابلہ میں قتل کرنا، لٹا کے ڈالنا اور زنا کرنا ہلکے جرائم ہیں چونکہ یہ جرم سرزد ہو رہا ہے۔ لہذا آج کے اس خطاب کا مقصد امت مسلمہ کو اتحاد کی دعوت دینا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے میں اس واقعہ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جسے برصغیر کی ممتاز شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی معروف کتاب "تذکرہ" میں درج کیا ہے فرماتے ہیں "ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگوں نے تو ابھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن بھی نہ کیا تھا۔ کہ امت میں فساد برپا ہو گیا تھا۔ (کتنی چوٹ تھی اور بات بھی ٹھیک تھی۔ کیونکہ کفن دفن سے پہلے ہی خلافت کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ کچھ اور جھگڑوں نے بھی سراٹھایا تھا) کوئی ملا ہوتا تو کہہ دیتا واقعی ہمارا دین تو اسی روز ختم ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا اختلاف پیغمبر کے بارے میں نہیں ہوا بلکہ ان سے منسوب روایات کے بارے میں ہوا۔ کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹے ہیں۔ سب لوگ

ایمان پر قائم رہے۔ اختلاف روایات کے فہم پر تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر نہیں۔ گویا لوگوں نے حدیث کی تشریح میں اختلاف کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے برحق ہونے پر کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ یہودی کے الزام کو رد فرمانے کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو بھی آئینہ دکھایا اور کہا۔ تم ذرا اپنے گریبان میں تو جھانک کر دیکھو۔ فرعون کی غرقابی کے بعد تمہارے پاؤں سے بکیرہ قلم کا پانی ابھی خشک نہیں ہوا تھا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان موجود تھے کہ تم نے ایک قوم کو پھڑے کی پوجا کرتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا شروع کر دیا کہ ہمیں بھی ایسا خدا بنا کر دو جس طرح کا ان لوگوں کا ہے۔

یہ مطالبہ کر کے نہ صرف تم دین سے پھر گئے تھے بلکہ توبید کر بھی خیر باد کہہ دیا تھا۔

وَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْيَهُودِ: مَا دَفَنْتُمْ نَبِيَّكُمْ حَتَّى اُخْتَلَفْتُمْ فِيهِ فَقَالَ لَهُ: يَا نَمَّا اُخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَافِيهِ. وَلَكِنَّكُمْ مَا جَفْتُمْ رُجُلَكُمْ مِنَ الْبُحْرِ حَتَّى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِلهَةُ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ.

(ریج البلاغہ مع شرح الشیخ محمد عبدہ مفتی الدیار المصریہ۔ الجزرہ

الثانی صلا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ جواب اللہ پر کامل یقین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھتہ ایمان کا مظہر ہے۔ یہ واقعہ بیان کر کے

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ یوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی بات ایسی نہیں جس پر فصاحت و بلاغت قربان نہ ہو۔ لیکن اس واقعہ میں علم کے سمندر پہنچا ہوا ہے۔ ایسا جواب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے تھے۔ جن کے بارے میں صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول درج ہے۔

قال عمر رضی اللہ عنہ "اقرؤنا الی واقضانا علیؓ"
 (البخاری مع فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۶۷ حدیث ۴۲۸۔)

کتاب التفسیر باب قوله (ما ننسخ من آية او ننسخها)
 وروى البزار من حدیث ابن مسعود قال كنا نتحدث ان
 أقضى اهل المدينة علی ابن ابی طالب فتح الباری ۸
 ص ۱۶۷۔

وله شاهد صحیح من حدیث ابن مسعود عند
 الحاکی فتح الباری، ص ۱۶۷۔

حضرت علی رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔ لہذا یہ انہی کا حصہ تھا کہ وہ اس قسم کے سوال کا ایسا مسکت جواب دیں۔
 مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے ہی ترجمان القرآن میں سورہ طہ کی تفسیر میں ایک واقعہ رقم کیا ہے جو ہم سب کے لئے سبق آموز بھی ہے اور باعث عبرت بھی۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ فقہ ہائے مذہب اربعہ مدفن ہو گئے۔ اور تقلید شخصی کا التزام ہو گیا۔ تو سوال پیدا ہوا کہ اماموں میں افضل کون ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا امام شافعی رحمہ اللہ۔ اس قضیے سے فرقہ دارانہ بحث شروع ہو گئی اور

اس بحث نے جنگ و قتال کی شکل اختیار کر لی چنانچہ ہلاکو خان کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی ترغیب خراسانیوں کے اس جھگڑے سے ملی تھی۔ ایک گروہ نے دوسرے کی ضد میں اسے حملے کی دعوت دی اور شہر کے پھاٹک وا کر دیے۔ پھر جب تاتاریوں کی تلوار چلی تو اس نے نہ کسی شافی کو چھوڑا اور نہ کسی منغی کو۔ تاریخ اسلام کے اس سیاہ ورق سے کون آشنا نہیں جب شیعہ سنی مناقشت کی بدولت سقوط بغداد کا المناک سانحہ پیش آیا۔ عباسی خلیفہ مستعصم کے دور میں شیعہ سنی اختلافات اس حد تک بڑھ گئے کہ ایک گروہ نے ہلاکو خاں کو بے داد پر چڑھائی کی دعوت دی۔ اس نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر اہل بے داد پر جو مظالم ڈھائے اور جو سفاکی کی اور غارت گری و خون ریزی روار کھی اس کی داستان انتہائی المناک ہے۔ بغداد جو تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور مہذب دنیا کا عظیم ترین شہر تھا۔ کھنڈرات کا ڈھیر بن گیا۔ صدیوں کے محفوظ علمی اور فنی ذخائر یا تو جلا دیے گئے یا دریا برد کر دیے گئے۔ تمدنی ترقی کا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

یوں اپنوں کی ذاتی مخالفتوں کے باعث امت مسلمہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ بہر حال یہ ہمارا موضوع نہیں ہے اور نہ کسی کو گناہ گار یا بے گناہ ثابت کرنا ہے۔ بلکہ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمانوں کی فرقہ پرستی کی لعنت نے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

اور پھر یہ پروپیگنڈہ کہ اسلام میں تہتر فرقے ہیں لہذا دین باقی نہیں رہا اور مریاد ہو گیا ہے۔ اسلام کے دشمنوں کا پھیلا یا ہوا ہے۔ اسلام بالکل محفوظ ہے۔ امت مسلمہ قرآن پر قائم ہے۔ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر نہیں ہیں۔ یہ تو ہماری نادانی اور حماقت ہے۔ کہ کافروں کی بجائے ہم خود ہی پکار کھتے ہیں کہ کلمہ میٹ گیا اور ہم سب ہی کافر ہیں۔

توبہ! توبہ! — خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بالکل صحیح و سالم ہے۔ اور اسلام بھی تاقیامت قائم و دائم رہے گا۔ آپ درخت کو دیکھتے ہیں۔ اسکی ایک جڑ ہوتی ہے۔ ایک تنا ہوتا ہے۔ شاخوں میں سے اوپر فضا میں جا کر کوئی مشرق کی طرف نکل جاتی ہے کوئی مغرب کی طرف۔ کیا اب وہ درخت کی شاخیں نہیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ہر فرد کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے اور وہ اپنی بساط کے مطابق مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کونسی شے ہے جو اسلام اور کفر میں وجہ امتیاز ہے۔ جو آدمی دائرۃ اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ اعلان کرتا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں۔ ایمان نام ہے نبی کو اللہ کا پیغمبر تسلیم کر لینے کا۔ یہ اقرار اسے دائرۃ اسلام میں لے آتا ہے۔ اور یہی اقرار اسے کافر سے الگ کر دیتا ہے اگر کوئی بد نصیب دائرۃ اسلام کو پھلانگ کر اعلان کرتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول نہیں مانتا۔ تو وہ اس انکار کی بنا پر کافر ٹھہرے گا۔ جو اقرار اسے دائرۃ اسلام میں لایا تھا۔ اس کا

انکار سے اسلام سے خارج کر دے گا اور وہ مسلمان نہیں رہے گا۔

جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی آخر الزماں مانتے ہیں۔ میں ان سب کو اپنے دینی بھائی تصور کرتا ہوں۔ میرے دل میں کسی کے خلاف بغض و عناد نہیں ہے۔ ہاں جن مسائل کو میں غلط سمجھتا ہوں ان کی علانیہ تردید کرتا ہوں۔ مگر کسی کو کافر نہیں کہتا۔ لوگ مساجد میں اذانیں دیتے ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ سب مسلمان ہیں۔ اور کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنا ایک بہت بڑا جرم ہے۔ جو لوگ کسی مسئلے میں اختلاف کی بنا پر کسی کو کافر گردانتے ہیں وہ دراصل اسلام کے دشمن ہیں۔ دین کے خادم نہیں۔ کفار کی ایجنٹی کر نیوالے لیے ملا یقیناً سزا کے مستحق ہیں۔ البتہ جس روز کوئی بد بخت کہہ دے کہ میں عیسائی یا ہندو ہو گیا ہوں۔ اس روز اسے کافر کہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ قرآن کو ماننا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا اور آخری نبی تسلیم کرتا ہے۔ حدیثوں پر بھی یقین رکھتا ہے۔ تو کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں اختلاف کی بنا پر وہ کافر نہیں ٹھہرے گا۔ ایک اور کسی حدیث کی صحت کے بارے میں شک کا اظہار کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرے راوی یا روایت کو صحیح سمجھتا ہے۔ تو ایسا شخص اسلام کا سچا خادم ہے۔ کیونکہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق حصول علم کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ ایک فرقہ ایک خاص حدیث کو صحیح سمجھتا

مے۔ دوسرا ضعیف سمجھ کر رد کر دیتا ہے۔ تو اسے کفر اور اسلام کا جھگڑا ایسے کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی اسلام کو رد نہیں کر سکا ہوتا۔ آدمی کافر اس وقت ہوگا جب وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکاری ہوگا۔ حدیث کی تفہیم کے لئے سعی کرنے والا غلطی کر سکتا ہے لیکن کفر کے دائرے میں نہیں آتا۔ لہذا بلاوجہ کسی کو کافر کہتے رہنا کسی طور پر درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حدیثوں کے بارے میں اختلافات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی تھے۔ اس کی ایک مثال شیخین رجبی و مسلم کی یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اگر جنبی کو غسل کے لئے پانی نہ ملے تو وہ تیمم سے پاک نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسفر تھے۔ انہیں غسل کی حاجت ہو گئی۔ پانی میسر نہ آسکا۔ تو انہوں نے مٹی میں لوٹ پوٹ لگائی۔ بعد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عمل کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا صرف اس قدر کر لینا کافی تھا (یہ کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور چہرہ مبارک اور ہاتھوں پر مسح کیا) لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو تسلیم نہیں کیا اور کسی غیر واضح ضعف کے سبب جو ان کو روایت میں نظر آیا۔ انہوں نے اس کو رد کر دیا اور

یہ روایت ان کے نزدیک زلیل نہ ٹھہری۔ اگرچہ بعد کے
زمانہ میں بکثرت طریقوں سے یہ حدیث مشہور ہو گئی۔ اس
کے ضعیف ہونے کا وہم ماند پڑ گیا اور لوگ اس پر عمل پیرا ہو
گئے۔

اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ممکن ہے کہ صحابی تک کوئی
حدیث پہنچی ہی نہ ہو۔ مثلاً امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ روایت کہ
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما عورتوں کو یہ حکم دیتے
تھے کہ غسل کرتے وقت وہ اپنے بال کھولیں۔ جب حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو تعجب فرمایا اور کہا کہ عبد اللہ
ابن عمرو رضی اللہ عنہ عورتوں کو بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ کیوں
نہیں کہتے کہ عورتیں بال ہی منڈوا لیں۔ حالانکہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تو میں اس
کے سوا کچھ نہ کرتی۔ کہ اپنے بالوں پر تین دفعہ پانی بہا لیتی۔ امام
زہری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ہند رضی اللہ عنہا کو میر علم نہ
تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استحاضہ کی حالت
میں بھی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس لئے
وہ اس حالت میں نماز نہ پڑھتیں۔ اور ترکیب نماز کے علم سے
رویا کرتیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافات کی ایک وجہ یہ بھی ہو
سکتی ہے کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو ایک عمل کرتے دیکھا۔ لیکن اس عمل کی حیثیت کے تعین میں

اختلاف ہو گیا۔ بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل کو کارِ ثواب خیال کیا اور بعض نے ایک امرِ جائز سمجھا۔ مثلاً تحصیب (وادئی محصتب میں نزول)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ حج کے دوران ابطح کی وادی میں قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں قیام کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو کارِ ثواب ٹھہرا نہ رہا ہوں۔ نے اسے حج کی سنتوں میں شمار کیا۔ جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک وہاں اتنا ایک اتفاقی امر تھا نہ کہ کسی ثواب کی خاطر۔

ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو بتایا جائے کہ بظاہر اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان انتہائی بعد کے باوصف کسی نے دوسرے کو کافر تو کہا گمراہ اور جاہل بھی نہ کہا۔ لیکن آجکل نقطہ نظر یا فہم کے معمولی اختلاف پر فوراً کفر کا فتوے لگا دیا جاتا ہے۔ خدا را مفت میں جہان کے لوگوں کو تماشا نہ دکھائیے۔ اختلافات کے باوجود ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ مکہ ہے اس کی روایت ضعیف ہو یا وہ تحقیق کے دوران غلطی پر پہنچا ہو۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ غلط ہے تو تردید کریں۔ مگر کافر نہ کہیں۔

اللہ تعالیٰ کو اسلامی وحدت پسند ہے۔ اس وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود اس کا انتظام فرمادیا۔

تا کہ ملت ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ کیونکہ اس اُمت کو قیامت تک
 موجود رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا!
 علامہ اقبال کی زبانی سنئے۔
 صحیح بررسوں کی رسالت ختم کرو۔
 نیز فرماتے ہیں۔

تا نہ این وحدت زد دستِ مارود
 ہستی مابا ابد ہمدم شود

لانبی بعدی ز احسانِ خداست
 پروردہ ناموس دینِ مصطفیٰ است
 حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست

تا ابد اسلام را شیرازہ بست

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی بھیج کر تکفیر کا دروازہ بند
 کر دیا ہے اور ختم نبوت کے صدقہ میں کافر ہونے کا خطرہ ٹل
 چکا ہے۔ اب کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوگا جس کو ماننے
 سے کوئی کافر ہو جائے۔ مجدد آئیں۔ مہدی آئیں۔ ان کا آنا برحق
 لیکن ان میں سے کوئی یہ دعویٰ نہیں کرے گا کہ اُس
 کے نہ ملنے والا کافر ہوگا۔ کیونکہ اب کوئی بھی اللہ کا نیا
 پیغام لے کر نہیں آئے گا۔ یہی تو اللہ کا احسانِ عظیم ہے۔
 کہ اُس نے رسول اللہ پر سلسلہ نبوت ختم کر کے تکفیر
 کے باب کو بند کر دیا ہے۔ آنے والے اسلام کی
 خدمت کریں گے۔ اللہ نہیں اس کا اجروے گا۔ حضرت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مان لینے کے بعد یہ امت محفوظ ہو گئی ہے اور ہم رسول خدا کو مانتے کے بعد دوسروں سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

کوئی اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو نیک سمجھتا ہے۔ کوئی مولانا مودودی رحمہ اللہ کی خدمات کا معترف ہے۔ کوئی مولانا احمد علی رحمہ اللہ لاہوری کی عظمت کا قائل ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کی دعوت کے بارے میں اختلاف کرتا ہے تو کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ محمد رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننے والے سب لوگ دائرہ اسلام میں ہیں۔ اس دائرے کو پھلانگنے والا بد بخت کفر کا مرتکب ہوگا۔ کوئی فرد جاہل گناہ گار اور غلط کار تو ہو سکتا ہے مگر کافر نہیں۔

اس سلسلے میں پہلے باندھنے کی بات یہ ہے کہ قانون ساز صرف حکم دیتا ہے۔ قانون کی وجہ یا ضرورت کی وضاحت وہ خود نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے بارے میں ہم غور و فکر کرتے ہیں۔ ہماری سوچ غلط بھی ہو سکتی ہے اور دوسرے کو اس سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس اختلاف کی بنا پر کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔

حکم یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کے مطابق نماز پڑھا رہا ہے اس کی اقتداء میں نماز ادا کرو اور اپنا اتحاد برقرار رکھو۔ ممکن ہے پڑھانے والے کی نماز قبول نہ ہو اور تمہاری

ہو جائے۔ یا پڑھانے والے کی تو قبول ہو جائے اور تمہاری نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ظالم لوگوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اتحاد پارہ پارہ نہ ہو۔ ہمیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ تمہاری نماز امام کی نماز کے ساتھ سنتی کر دی گئی ہے اور اس کی قبول نہ ہو تو تمہاری بھی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی نماز الگ دیکھتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں ایسے جھگڑے اور فتنے پیدا نہیں ہوئے۔ خارجی پیدا ہوئے۔ بانی آئے۔ شیعہ ہوئے۔ مگر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں کوئی اختلاف نہ تھا جس روز ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا شیطان نے عید متائی کہ وہ کامیاب اور کامران ہوا۔ مسلمانوں میں اتحاد کا وسیلہ ٹوٹ گیا جب نماز میں اتحاد کا مظاہرہ نہ کیا گیا تو شیطان کی سرت بکا ٹھہری اور اب تو توست یہاں تک آئی پینچی ہے کہ مختلف فرقوں کے لوگ اپنے نفس کی پیروی میں بہت متشدد ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ کیا یہ ایک المیہ نہیں ہے؟

مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے "معارف السنن" میں ایک واقعہ درج کیا ہے۔ ایک روز قاضی ابوعامر حنفی رحمہ اللہ نماز مغرب کے لئے جا رہے تھے وہ القفال شافعی رحمہ اللہ

کی سجد میں داخل ہو گئے۔ جن سے مختلف مسائل کے بارے میں ان کے مباحثے اور مناظرے ہوا کرتے تھے۔

القفال شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابو عاصم حنفی رحمۃ اللہ کو سجد میں داخل ہوتے دیکھا۔ تو موذن سے کہا کہ آج اذان ترجیع کے بغیر جس میں کلمات کو واپس دہرایا جاتا ہے حنفی طریقے سے دی جائے۔ اذان کے بعد علامہ القفال شافعی نے ابو عاصم حنفی رحمۃ اللہ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تو ابو عاصم حنفی رحمۃ اللہ نے رفع یدین وغیرہ کے ساتھ شافعی طریقے کے مطابق نماز پڑھائی۔

ان واقعات سے علمائے سلف کی دین سے محبت اور اخلاص کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ وحدت امت کے کس قدر حامی تھے۔

اس قسم کا ایک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مقبرہ کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو دعائے قنوت (شافعی سارا سال فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے ہیں) کو احتراماً ترک دیا۔ اور کہا کہ کبھی ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کرتے ہیں۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جس کا ذکر آگے آ رہا ہے) کے مطابق مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے چاند دیکھ لیا ہیبتہ انتیس تاریخ کو ختم ہو گیا لیکن دوسرے مسلمانوں نے چاند

نہیں دیکھا۔ قاضی کو بھی اعتبار نہیں آیا۔ اور اس نے حکم دے دیا کہ روزہ رکھو تو عید کا چاند اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود وحدتِ امت کی خاطر آپ کو بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھنا ہوگا۔ اس کے برعکس اگر روزہ افطار کرنے کا حکم دیا جائے تو افطار دینا ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفترون والاضحیٰ یوم تضحون اسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ

للالبانی جا حدیث ۲۲۲ ص ۳۸۹

”جس دن دوسرے مسلمان روزہ رکھیں، تم بھی رکھو۔ اس وقت روزہ کھول دو جب دوسرے افطار کریں۔ جس روز لوگ قربانی کریں تم بھی کرو۔“

گویا اگر اسلامی حکومت نے روزہ رکھنے کا اعلان کر دیا ہے تو روزہ رکھو خواہ تم نے چاند اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور اس وقت روزہ کھول دو جب دوسرے افطار کریں اور لوگوں کے ساتھ ہی قربانی کریں چنانچہ کئی دفعہ غلط فہم ہو گیا اللہ سے امید رکھنی چاہیے کہ وہ حج اور قربانی کو قبول کر لے گا اصل مقصد وحدتِ امت اور اطاعتِ خداوندی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو متحد رکھنے اور انشائے بچانے کے لئے جماعتی حکم پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اجتماعِ عبادتوں میں جمہور مسلمانوں کا ساتھ دینا

وحدتِ اُمت کو برقرار رکھنے کے لئے ناگزیر ہے۔
 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اختلافات کے باوجود ایک
 دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے کیونکہ انہیں اُمت
 میں انتشار مطلوب نہ تھا، مثلاً بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کافتوئے تھا
 کہ وضو کرنے کے بعد بالغ عورت کو ہاتھ لگ جانے پر
 وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ ماں بہن ہی کیوں نہ ہو اور نیت
 کیسی بھی ہو اس طرح شرم گاہ کو چھو لیا تو وضو جاتا رہا۔ جسم
 کے کسی حصے سے خون بہہ نکلا، وضو ساقط ہو گیا حتیٰ کہ
 بعض اونٹ کا گوشت کھا لینے کے بعد تجدیدِ وضو کو ضروری
 گردانتے تھے لیکن ان کے برعکس بعض صحابہ کے خیال میں
 ان اعمال کے سرزد ہونے کی صورت میں وضو پر کوئی اثر نہ پڑتا
 تھا۔ جن کا خیال تھا کہ ان اعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ
 وضو کر لیتے تھے اور جن کا خیال اس کے برعکس تھا وہ دوبارہ
 وضو کو ضروری نہ سمجھتے تھے لیکن ایک دوسرے کے پیچھے
 نماز پڑھتے تھے (آج کے دور میں ایسے امام کا بابتیکاٹ کر
 دیا جاتا ہے) کتنی پیاری بات ہے کہ اپنا مسلک نہ چھوڑو۔ دوسرے
 کے مسلک کو نہ چھیرو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفر میں بوری نماز پڑھا کرتے تھے
 یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعات پڑھتے تھے بعض صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم دو گانہ ادا کرتے تھے اگر امام چار پڑھانے والا ہوتا
 تو سب چار پڑھ لیتے۔ اور اگر دو گانہ کا عقیدہ رکھنے والا امام

ناز پڑھا رہا ہوتا تو چار رکعتوں کا اعتقاد رکھنے والے اس کے پیچھے ناز پڑھ لیتے۔ یہ اختلاف ان لوگوں کو ایک دوسرے کے پیچھے ناز پڑھنے سے نہ روکتا تھا۔ اور وہ اپنی نماز کو درست سمجھتے تھے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز ادا کی۔ دو گانہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ حج کے موقع پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہم دو گانہ پڑھتے تھے۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار پڑھنا شروع کر دیں۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسب سابق قصر ہی کرتے رہے۔

تاہم جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے ناز پڑھنے کا موقع آیا۔ تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعتیں ہی پڑھیں۔ پوچھنے والے نے بظاہر اس تضاد کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ امت میں اختلاف پیدا کرنا شر ہے۔ چار کیا؟ دو کیا؟ ان کا مسلک اپنی جگہ میرا اپنی جگہ لیکن اس اختلاف کو وجہ انتشار بنانا درست نہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عمل سے اختلاف کے باوجود حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعتیں ہی پڑھیں۔ صحیح کرمؓ کے تعامل کے بارے میں عبدالرحمن ذیل ہے

الا ترى ان الصحابة رضوا الله عنهم كان
 يصلي بعضهم وراء بعض وفيهم من يرى ان مس
 المرأة والعضو وخروج الدم من نواقض الوضوء
 ومنهم من لا يرى ذلك، ومنهم من يتم في السفر
 ومنهم من يقصر، فلم يكن اختلافهم هذا وغيره
 ليمنعهم من الاجتماع في الصلاة وراء الامام الواحد
 والاعتداد بها وذلك لعلمهم بان التفرق في الدين
 شر من الاختلاف في بعض الآراء، ولقد بلغ الامر
 ببعضهم في عدم الاعتداد بالرأي المخالف
 لرأي الامام الاعظم في المجتمع الاكبر
 كمنى الى حد ترك العمل برأيه اطلاقاً في ذلك
 المجتمع في اراما قد ينتج من الشرب سبب العسل
 برأيه فروى ابوداؤد (١/٣٠٧) ان عثمان رضي الله
 عنه صلى بمبنى اربعاً فقال عبد الله بن مسعود
 منكراً عليه: صليت مع النبي صلى الله عليه
 وآله وسلم ركعتين ومع ابي بكر ركعتين ومع عمر
 ركعتين ومع عثمان صدراً من امارته ثم اتمها
 ثم تفرقت بكم الطرق فلو ددت ان لي من اربع
 ركعات ركعتين متقبلتين، ثم ان ابن مسعود صلى
 اربعاً فقل له عجت على عثمان ثم صليت اربعاً؛
 قال: الخلاف شر. وسنده صحيح وروى احمد

(۱۵۵/۵) نحو هذا عن ابي ذر رضى الله عنهم

اجمعين .

فليتأمل في هذا الحديث وفي الاثر المذكور اولئك الذين
لا يزالون يتفرقون في صلواتهم ولا يقتدون ببعض
ائمة الساجد وخاصة في صلاة الوتر في رمضان بحجة
كونهم على خلاف مذهبهم وبعض
اولئك الذين يدعون العلم بالفلك ممن يصوم
ويقصر وحده متقدماً و متاخراً عن جماعة المسلمين
معتاداً برأيه وعلمه، غير مبال بالخروج عنهم قليلاً
مؤلاً جميعاً فيما ذكرناه من العلم لعلمهم بمجدون
شفاعاً لما في نفوسهم من جهل وغرور .
سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني ج ۱ حديث ۲۲۲

صفحات ۳۹۱ تا ۳۹۳

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل پر ان
لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو مختلف فقہی مسائل کا بہانہ بنا کر ایک
دوسرے کے پیچھے ناز نہیں پڑھتے اور انتشار کو ہوا دیتے
ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ دینی فہم رکھنے والا کون ہو
سکتا ہے؟ ان کی عظمت کو تسلیم کرنے کے باوجود آج لوگ اس
راستے پر چلنے سے اجتناب کیوں کرتے ہیں جس پر
چل کر انہوں نے وحدتِ ملت کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا۔

اگر وہ اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے تو آج ہم فقہی مسالک کے اختلافات کو ہوا دے کر دین کی کونسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ کاش سب لوگ اس پر غور کریں۔

اپنی اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ یہاں ایک جماعت موجود ہے۔ اس جماعت سے منسلک لوگ باتیں اچھی کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ صرف وہی حق پر ہیں۔ لیکن جب دوسرے مسلمانوں سے ملتے ہیں تو السلام علیکم نہیں کہتے۔ اگر السلام علیکم کہہ دیا جائے تو جواب میں وہ علیکم کہیں گے جیسے کسی کافر کو کہا جاتا ہے۔ مسجد میں آتے ہیں لیکن جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ انہیں اپنے اس طرز عمل پر خود غور کرنا چاہیے۔ کہ آیا وہ اس طرح اسلام کی خدمت کر رہے ہیں؟

اعمال کی ادائیگی میں جو اختلاف نظر آتا ہے۔ اس کی توضیح ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی میں اپنے ایک خطبے کے دوران ایک واقعہ سنا کر پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے کولہ کے پرائمری سکول کے ایک استاد کا کہنا تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر عمل کو زندہ رکھنا تھا۔ چنانچہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے عمل کو شیعہ اور مالکی حضرات کے ذریعے محفوظ کر دیا۔ رفع یدین یا اس قسم کے چھوٹے چھوٹے دیگر اعمال کو دوسرے لوگوں کے ذریعہ

قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ چونکہ مختلف لوگ مختلف اعمال کو رسول اللہ کے طریقوں پر ادا کر رہے ہیں۔ اس لئے اسکو حدیث کی غلطی نہیں کہیں گے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں جس طرح عمل کر کے دکھایا جس کسی نے جس طرح دیکھا اس پر عمل پیرا ہو گیا۔ لہذا فقہی مسائل کے فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر امت مسلمہ میں فساد برپا کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں کچھ لوگ حجاز مقدس میں رمضان کے دوران وتر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور یہاں یہ بتاتے ہیں کہ امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور ایک رکعت الگ پڑھتا ہے۔ جب کہ ان کا طریقہ وصل ہے یعنی تینوں ایک سلام سے پڑھتے ہیں۔ اس ضمن میں عوام الناس کا تو ذکر ہی کیا۔ بڑے بڑے علماء اور زعماء کا یہی عمل ہے۔ علامہ البانی لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو عذر کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ عید باقی مسلمانوں کے ساتھ کر لو خواہ تمہارے حساب سے اس روز بھی روزہ ہے۔ اور اگر امت نے فیصلہ کر لیا ہے۔ قاضی نے حکم دے دیا ہے۔ تو ابی رتے چھوڑ کر باقی مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھو۔ اگرچہ تمہیں یقین ہے کہ ابھی رمضان کا چاند نظر نہیں آیا۔ آخر اس میں کیا مصلحت تھی؟ جواب بالکل واضح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت میں انتشار بالکل پسند

نہ تھا۔ وہ امت کو جسدِ واحد کی مانند دیکھنے کے آزد مند تھے۔
 لہذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں سے اجتناب کریں۔ جو
 امت میں انتشار پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ کوشش یہ ہونی
 چاہیے کہ لوگوں کو جوڑا جائے۔ توڑا نہ جائے۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تہنا کچھ نہیں

موز ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

جن کے بارے میں مذہبیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور
 سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ کسی مسئلہ کے بارے میں نرمی اختیار
 کریں گے۔ (سعودی حکومت کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ اس نے
 ان کے فتاویٰ کو سترتیس جلدوں میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا
 ہے) فرماتے ہیں۔

ولهذا ينبغي للمؤمن ان يتبع امامه فيما

يسوغ فيه الاجتهاد فاذا اقتفت معه وان

ترك القنوت له يفتت فتاوى ابن تيمية ج ۲۳

مقتدی کو چاہیے کہ جس امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کی
 پیروی کرے۔ اگر امام قنوت پڑھتا ہے جس طرح حنفی اور حنبلی مالک
 کے لوگ دتروں میں قنوت پڑھتے ہیں) تو قنوت پڑھے اور اگر
 امام قنوت نہیں پڑھتا شافعی لوگ رمضان کے آخری پندرہ دنوں
 میں پڑھتے ہیں۔ مالکی سال بھر میں ایک دن بھی دتروں میں قنوت
 نہیں پڑھتے) اور آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے

ہیں۔ تو قنوت ترک کر دیں۔ فساد برپا نہ کریں۔ کیونکہ یہ طریقہ کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ جیم سے خون بہہ نکلنے پر بھی وضو باقی رہے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وضو باقی نہیں رہے گا۔ کسی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے سوال کر دیا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خون بہہ نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کا خون بہہ نکلا اس نے صاف کر دیا۔ لیکن دوبارہ وضو نہیں کیا۔ تو آپ ایسے شخص کی اقتدار میں نماز پڑھیں گے؟

امام نے فرمایا کہ سید التابعین سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ یا امام العصر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھا رہے ہوں۔ اور میں ان کی امامت میں نماز ادا نہ کروں؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ میرا مسئلہ میرے لئے ان کا ان کے لئے۔ لیکن میں ان کی اقتدار میں نماز ضرور پڑھوں گا۔

بدستختی سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ نے ہماری صفوں میں اپنے ایجنٹ شامل کر دیے۔ اسماء الرجال کی کتب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے یہ ایجنٹ لمبی لمبی داڑھیاں رکھ کر ساری عمر درس دیتے رہے۔ حدیثیں پڑھاتے رہے۔ عالم اور درویش

بیتے رہے۔ لیکن یہ یہود اور نصاریٰ اسلام برباد کرتے رہے اور عمر بھر مسلمانوں میں فساد پھیلاتے رہے۔ بدقسمتی سے آج بھی ایسے نام نہاد علماء کی کمی نہیں ہے۔ جو یہ دھندہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور دھڑا دھڑا کفر کے فتوے لگا رہے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو کافر ہی نہی مانتے ہیں۔ قرآن کو تسلیم کرتے ہیں۔ قبلہ کا احترام کرتے ہیں۔ تمہارے پاس انہیں اسلام سے خارج کرنے کی کیا دلیل ہے؟ خدا را اب یہ دھندے چھوڑ دو۔ امت مسلمہ کو برباد نہ کرو۔ اور جگ ہنسائی کا سبب نہ بنو۔

امام مالک رحمہ اللہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ مر بھی قابل ذکر ہے کہ جب آپ نے چالیس سال کی محنت سے موطا جلیسی گماں قدر کتاب تالیف فرمائی جس میں اہل حجاز کی قوی احادیث اور مستند اقوال صحابہ و فسادوی تابعین جمع کر دیے اور اس کے بہترین فقہی ابواب قائم کئے۔ تو خلیفہ بوقت نے جب اس کے چند نسخے کرا کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھیجنے کا ارادہ کیا تا کہ لوگ اس فقہ پر عمل کریں اور پیدا شدہ اختلافات ختم ہو جائیں۔ تو سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ ہی نے اس خیال کی مخالفت فرمائی اور فرمایا۔

”امیر المؤمنین! آپ ایسا نہ کریں لوگوں تک بہت سی باتیں اور احادیث و روایات پہنچ چکی ہیں اور ہر جگہ کے لوگ ان میں سے کچھ کو اپنا چکے ہیں۔ جس سے خود ہی فقہی اختلاف رونما ہو چکا

ہے اور اب اس اقدام سے مزید اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنے لئے جو اختیار کر لیا ہے اسی پر انہیں آپ چھوڑ دیں؛ اور ایسا ہی ہوا۔ کسی ایک فقہ کو تمام امت پر مسلط کرنے کی یہ تجویز امام مالک رحمہ اللہ کے مشورہ پر خلیفہ وقت نے خود ہی رد کر دی۔

اسلام میں اختلافات کے اصول و آداب مصنفہ ڈاکٹر طاہر جبار فیاض العلوانی مترجم ایم اختر صفحہ ۱۰۸-۱۰۹

فقہی اختلافات کے سلسلہ میں مسلک اہل حدیث کے مستبحر عالم حافظ محمد گوند لوی رحمہ اللہ فروری اختلافات کی حقیقت کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں

”یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے اگر تبدیلی ممکن نہیں تو پھر یہ اختلاف کیسے ظہور پذیر ہوا۔ جو آج ہم دیکھتے ہیں۔ مسلمان مختلف مکاتب فکر کے پیرو ہیں۔ اسی نماز ہے اور دیکھیں اس میں کوئی آئین بالچہر کا قائل ہے تو کوئی آہستہ آہستہ کہنے پر تصریح ہے۔ کسی نے حالت نماز میں ہاتھ سینے پر باندھ رکھے ہیں کسی نے زیناف ہاتھ باندھنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور کسی نے سر سے سے باندھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ کچھ ایسے ہیں کہ دفع الیسدین کرتے ہیں اور کچھ دوسرے نہیں کرتے۔“

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سارے کام فعلی ہیں اور سنت سے ثابت ہیں۔ یا ہی فقہی اختلافات کے باوجود کوئی بھی نہیں

کہتا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا فرض ہے اور پھر سنت بھی اس قسم کی ہے کہ اس کے ترک سے نماز ہو جاتی ہے۔ انور شاہ صاحب نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح اذان، اقامت کے مسائل ہیں۔ ان تمام مسائل میں اختلاف جواز کا نہیں بلکہ اختیار کا ہے۔ اور دونوں طرح جائز ہے۔ کوئی اس طرح کرے اور کوئی اس طرح کرے۔“

ذکوٰۃ ص ۸۱ دس صحیح بخاری۔ مرتبہ منیر احمد اسلمی۔ طبع اول

۱۹۹۲ء اسلامک پبلیشنگ ہاؤس لاہور۔

یہاں پر یہ ذکر کرنا مناسب ہو گا کہ لندن میں مقیم

عرب طلباء نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے اپنے رسالے ”مجلۃ الغرباء“ کے لئے نومبر ۱۹۶۸ء میں انٹرویو لیتے ہوئے سواں کیا کہ ”پاکستانی مسلمانوں کے اندر مختلف مذاہب، تصورات، پائے جاتے ہیں۔ جماعت اسلامی نے اختلاف مذاہب کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا ہے؟“ جواب میں مولانا موصوف نے دیگر تفصیل کے علاوہ فرمایا۔ ”ہے مختلف مذاہب کے اعتقادی اختلافات تو نہ وہ دور کے، جاسکتے ہیں نہ ان کو دور کرنا ضروری ہے۔ صرف اتنی بات کافی ہے کہ ہر گروہ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور سب ایک دوسرے کے ساتھ رواداری برتیں۔ اس کے لئے ہم ملک میں مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔“

ذکوٰۃ کتاب تصریحات صفحہ ۶۸۴ مرتبہ سلیم منصور خالد

طبع ششم مئی ۱۹۹۲ء

رسالہ ہذا کی طبع اول کے بعد کئی اصحاب نے یہ رائے ظاہر کی کہ فروعی، فقہی اختلاف کی بات اور ہے لیکن جہاں عقیدے کے اختلاف ہو وہاں پر اسلام کے دائرے کو وسیع کرنا زیادتی کی بات ہے۔ ذیل میں چند حوالہ جات خاص اسی اعتراض کو مد نظر رکھتے ہوئے دیے جا رہے ہیں۔

مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کیا آپ مقلدین مذاہب اربعہ کو عموماً اور حنفیہ کو خصوصاً کافر کہتے ہیں۔ اور دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں۔ اور کیا ان کے کفر کے متعلق آپ نے کوئی تحریر بھی شائع کی ہے؟ مولانا نے جواب میں لکھا ”مجھے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے شرم آتی ہے کہ یہ سوال مجھ جیسے شخص سے کیوں پوچھا گیا جس نے کبھی کسی کے فتوے کفر پر دست خط نہیں کئے۔ کیونکہ میرا اس باب میں وہی مسلک ہے جو امام المتماثلین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

”لانکفر اهل القبلة“

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۳۶۳

(بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، ستمبر ۱۹۱۷ء)

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنی کتاب تمہید الایمان کے صفحہ ۸۰ طبع اول پر یوں رستم طراز ہیں،
 ”ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لالہ الا
 اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے

زیادہ روشن نہ ہو جائے اور کلمہ اسلام کلمتے اصلاً کوئی
 ضعیف یا ضعیف محل بھی باقی نہ رہے۔
 فان الاسلام یعلو ولا یغلب
 دیکوالہ کتاب انکشاف حق مصنف مفتی محمد خلیل احمد خاں
 برکاتی فتاویٰ بدایونی ص ۸۶

مشہور حنفی عالم مثلاً علی تارقی شرح شفا جلد ۲ ص ۲۵
 پر فرماتے ہیں کہ "مسلمین اہل تاویل اگرچہ وہ اپنی تاویل کتاب اللہ
 میں خطا پرستوں۔ پھر بھی ان کی تکفیر سے عند المحققین احتراز واجب
 ہے۔"

دیکوالہ کتاب انکشاف حق مصنف مفتی محمد خلیل احمد خاں
 برکاتی، فتاویٰ بدایونی ص ۸۳

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بصرہ اور کوفہ میں مناظرے کئے۔
 عمر بھر دوسروں کی رائے کو رد کرتے رہے۔ لیکن فرمایا میں نے
 سب کو پیر کھا ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے
 جلد لوگ مسلمان ہیں۔ ان میں غلطیاں کرنے والے ضرور ہیں۔ لیکن
 کوئی بھی کافر نہیں۔

چند اور حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

منہاج الطالبین کی شرح لکھتے ہوئے شیخ محمد الخطیب
 الشریفی فرماتے ہیں۔

واقول نص الشافعی تکفیر العائل بخلق القرآن بان

المراد کفران النعمة لا اخراج عن الملة قتاله
البيهقي وغيره من المحققين لاجماع السلف
والخلف على الصلوة خلف المعتزلة ومناكحتهم
وموارثتهم.

معنی المتماح الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج ص ۱۲۵ ج ۲:

شرح الشیخ محمد الخطیب الشریبینی علی متن منہاج الطالبین للامام
ابی زکریا بن شرف النووی۔ دار الفکر۔

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا
کافر ہے، کفر سے مراد کفران نعمت لی گئی ہے نہ کہ اسلام سے
نکل جانا۔ یعنی ایسا شخص مسلم ہے۔ مگر اس کی یہ بات غلط ہے۔
یہ امام بیہقی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین نے لکھا ہے اور یہ
تاویل اس وجہ سے کی گئی ہے کہ سلف و خلف کا اجماع ہے
کہ معتزلہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ ان کے ساتھ
رشتہ ناتہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ مسلمان کی میراث لیں گے
اور مسلمان ان کا وارث ہوگا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے کون
واقف نہیں ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے اجل ترین عالموں
میں سے تھے۔ جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی
کے ساتھ آپ کا علمی جہاد تاریخ کا ایک روشن باب
ہے۔ علامہ اقبال نے گول میز کانفرنس منعقدہ لندن میں
شرکت کے لئے جانے سے قبل جس طرح اہم علمی مسائل

کے حل کے لئے آپ سے استفادہ کیا اقبالیات کے تمام طالب علم اس سے آگاہ ہیں۔ پیر صاحب رحمہ اللہ موصوف نے مسلمانوں کی تکفیر کے رد میں ایک رسالہ "اعلاء کلمۃ اللہ" کے نام سے لکھا ہے۔ اس رسالہ میں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"معلوم ہونا چاہیے کہ التزام کفر یہ ہے کہ ایک شخص نص کے مدلول کو نص کا مدلول سمجھتے ہوئے اور حکم شرعی کو حکم شرعی جانتے ہوئے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے۔ میں جانتا ہوں یہ شارع علیہ السلام کا حکم ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ لزوم کفر یہ ہے کہ جہالت اور نادانی کے باعث یا غلط تاویل

کی وجہ سے اس پر کفر لازم آتا ہے۔ پس التزام کفر سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ لزوم کفر سے اس پر کفر کا فتویٰ عارض نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے فقہانے کلمات کفر ذمہ کرنے کے بعد متکلم کے جہل کو عذر شمار کیا ہے۔ باقی جن فقہانے نے بیوقوف لکھ دیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے کفر والا کام کیا ہے نہ یہ کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ بجز الرائق میں موجود ہے کہ جامع الفصولین میں طحادی نے ہمارے اصحاب حنفیہ سے روایت کی ہے کہ آدمی کو ایمان سے اس چیز کا انکار نکال سکتا ہے جس کے اقرار نے اس کو ایمان میں داخل کیا تھا۔

مسلمان کے کلام کو جب تک اچھے محل پر حمل کرنا ممکن

ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو خواہ ضعیف روایت ہی سے
 کیوں نہ ہو کفر کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیے۔ یہاں کفر کے جو
 الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کے تکلم سے فوراً کفر کا حکم لگانا
 درست نہیں۔ میں نے اس بات کا اپنے نفس پر التزام کیا
 ہے کہ ان الفاظ سے کبھی مسلمان کو کافر نہ کہوں گا۔ بحر الرائق میں
 لکھا ہے کہ حق یہ ہے جو مجتہدین سے ثابت ہے وہ
 حقیقت ہے اور ان کے سوا کسی دوسرے کے قول کی وجہ
 سے کفر کا فتویٰ دینا درست نہیں۔ اسی لئے "فتح القدیر"
 باب البغاة میں محقق ابن ہمام نے لکھا ہے کہ خوارج کے بارہ
 میں مجتہدین سے عدم تکفیر مذکور ہے باقی اکثر اہل مذہب
 کے کلام میں انکی تکفیر مذکور ہے۔ لیکن وہ مجتہدین
 میں سے نہیں ہیں۔ لہذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ درالمختار باب المرتد
 میں لکھا ہے کہ کفر لغت میں چھیلنے کو کہتے ہیں اور شرعاً ضروری
 دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حکم دیا ہے۔ کفر کے الفاظ اہل فتوے نے نقل کئے ہیں
 میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک علیحدہ کتاب تالیف کی ہے
 لیکن میں ان میں سے کسی لفظ سے بھی کفر کا فتویٰ دینا صحیح
 نہیں سمجھتا۔ ہاں اس صورت میں جس میں تمام مشائخ کا اتفاق
 ہو۔ بحر الرائق نے بھی کہا ہے میں نے اپنے نفس پر یہ التزام
 کیا ہے کہ کسی مسلمان کو ان الفاظ سے کافر نہ کہوں گا۔
 بعض اہل کلام محدثین اور فقہاء اعمال کے لحاظ سے توہر گناہ کا

کو کافر نہیں سمجھتے مگر اعتقادات بدعیہ کی وجہ سے کافر کہتے ہیں۔ خواہ وہ اعتقاد رکھنے والا متاؤل ہی کیوں نہ ہو اور اس بارے میں مجتہد مخطی اور غیر مخطی میں بھی فرق نہیں کرتے بلکہ ہر بدعتی کو کافر کہتے ہیں۔ یہ قول بھی خوارج اور معتزلہ کے قریب قریب ہے۔ اہل بدعت اور اہل سنت میں یہی فرق ہے کہ اول الذکر ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور مؤخر الذکر غلط اعتقاد والے کو خطا کی طرف نسبت کرتے ہیں کافر نہیں کہتے۔ ۱۰ (پوارق)

علماء کو چاہیئے کہ اپنی تمام تر توجہ اور سعی کسب اقتضائے کنتم خیرا مة اخرجت للناس تا مرون بالمعروف وتنہون عن المنکر امر بالمعروف نہی عن المنکر میں صرف فرمائیں نہ یہ کہ عوام کا لانا عام کے کافر بنانے میں ہی پورے جوش کا اظہار کرتے پھریں۔ سراج المنیر میں ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجوہ کفر کے مقتضی ہیں اور صرف ایک وجہ کفر کو منع نہرتی ہے تو مفتی کو مسلمان پر مسن ظن رکھتے ہوئے اسی ایک وجہ کی طرف میلان کرنا چاہیئے (اقتباسات ختم)

حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حوالے سے پیرزادہ محمد بہاؤ الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں اکثر نماز عصر کے وقت حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز حضرت کے مصاحب خاص مولانا محبوب عالم صاحب مرحوم نے میری طرف اشارہ کر کے حضرت سے کہا: ”اب کے تمام جماعتوں نے ان کے پیچھے نماز عید ادا کی

ہے۔ تو حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مخاطب کر کے پنجابی زبان میں فرمایا "تیں تے جامع المتصرفین نکلے" میرے لئے یہ وہ اعزاز ہے جس پر میں جس قدر

فخر کروں، کم ہے۔ (رسالہ اسوۃ اکابر صفحہ ۳)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا" جیسی مقبول زمانہ نعت لکھنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر نیوالے لوگ کتنے عزیز تھے جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک تقاضا یہ بھی تو ہے!

مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ اہل تحقیق کو امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرح وسیع ہونا چاہیے اور اقتدار کے معاملہ میں اہل بدعت کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ مطبوعہ اہل نجد جدید۔ ص ۷۲، فتاویٰ سلفیہ مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ۲۰ شیش محل روڈ نزد داتا دربار لاہور۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

وقال الحسن صل خلفه وعليه بدعتہ۔ باب امامت

المنفوتون والابتدع صحیح البخاری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۔

قوله والابتدع ای من اعتقد شيئاً مما

يخالف اهل السنة والجماعة قوله (وقال الحسن صل وعليه

بدعت اور سید بن منصور

ترجمہ: تو بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ، اس کی بدعت کا
جواب اس کی گردن پر ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے
ہیں۔ بدعتی وہ ہے جو اہل سنت والجماعت کے خلاف عقیدہ
رکھتا ہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ کے اس قول کو سید بن منصور
نے ابن المبارک کی روایت سے ہشام بن حسان سے بیان کیا
ہے کہ حسن بصری فرمایا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ کہ اس کی
بدعت کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

وقال نافع: كان ابن عمر يصلي مع الخشبية
والخوارج زمن ابن الزبير وهم يقتلون
ف قيل له: ائصلي مع هؤلاء رومع هؤلاء ولبعضهم
يقتل بعضاً؛ فقال: من قال: حتى على الصلوة
اجبته ومن قال: حتى على الفلاح اجبته ومن
قال: حتى على قتل اخيك المسلم وأخذ ماله
قلت: لا. رواه سعيد ۱۸۶-۲۰۱ المعنى لابن محمد عبد اللہ
بن احمد بن محمد بن قدامة مكتبة الرياض الحديثية.

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خاندیوں
کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔ جب کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ

کی خارجیوں کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ ابن الترمذی رضی اللہ عنہ اور خوارج دونوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی آپس میں جنگ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو بھی حتمی علی الصلوٰۃ کہے گا۔ میں اسکی آواز پر لبیک کہوں گا۔ جو بھی حتمی علی الفلاح کہے گا۔ میں اس کے ساتھ آواز دوں گا۔ لیکن جو کسی مسلمان بھائی کو قتل کرنے اور اس کا مال لوٹنے کے لئے پکارے گا۔ میں اسکی بات نہیں مانوں گا۔

جمعہ اور عید کی نمازیں ہر ایک نیک و بد کے پیچھے پڑھی جائیں گی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نمازیں معتزلہ کے پیچھے پڑھ لیتے تھے۔ یہی عمل ان کے زمانے کے دوسرے علماء کا تھا۔ حوالہ متعلقہ حسب ذیل ہے۔

رفا ما الجمع والاعیاد فانها تصلى خلف كل بر وفاجر
 وقد كان احمد بن حنبل يمشي مع المعتزلة و

كذلك العلماء الذين في عصره - ص ۱۸۹ ج ۲ المغنی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کسی کے پیچھے پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھے گا وہ بدعتی ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ فاسق یا بدعتی کے پیچھے جمعہ یا عید کی نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ اصلی عبارت حوالہ متعلقہ کی یوں ہے۔

وروی عنہ انه قال، من اعادها فهو مبتدع وهذا يدل

بعمومہ علی انہا لا تعاد خلف فاسق ولا مستدع۔
ص ۱۸۹، المفتی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے معمول کے متعلق روایت

ہے۔

وكان ابن عمر يصلي خلف الحجاج وبخدة، احدها
حنارجي، والثاني افسق البرية. وكان ابن عمر
يقول: الصلوة حسنة ما ابالي من شركتي فيها۔

ص ۲۱۳ ج ۳، المحلى للابن محمد على بن احمد بن سعيد بن مزيم۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ حجاج اور بخدہ کے پیچھے نماز پڑھتے
تھے۔ ان میں سے ایک بدترین علاقہ تھا اور دوسرا خارجی۔ ابن عمر
رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ مجھے اس سے کیا غرض کہ میرے ساتھ
کون شریک نماز ہے۔

عبدالرزاق رحمہ اللہ نے یہ روایت کیا ہے۔
عبد الرزاق رحمہ اللہ نے یہ روایت کیا ہے۔

وعن عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن عقبہ
عن ابی وائل: انه كان يجمع مع المختار الكذاب.
وعن ابی الاشعث (۱) قال: ظهرت الخوارج علينا
فسألت يحيى بن ابی كثير، فقلت يا ابا نصر، كيف
تري في الصلوة خلف هؤلاء؟ قال القرآن امامك
صل معهم ما صلواها۔ بحوالہ کتاب المحلى ص ۲۱۳ ج ۳

ترجمہ: ابو وائل رضی اللہ عنہ، مختار کذاب کے پیچھے جمعہ پڑھتے تھے۔

ابو اشعث کی روایت ہے کہ خارجی ہم پر غالب آگئے تو میں نے
 سیکھے بن کثیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا۔ اسے ابونصران کے
 پیچھے نماز کے بارے میں کیا خیال ہے انہوں نے جواب دیا
 تیرا امام قرآن ہے۔ تو ان کے پیچھے نماز پڑھ جب تک وہ
 نماز پڑھیں۔

حسن بصریؒ کا قول ہے۔

وعن الحسن، لا تضر المؤمن صلواته خلف
 المنافق ولا تنفع المنافق صلواته خلف المؤمن۔

صلا ۲۱۴ ج ۴۰

ترجمہ: مؤمن، منافق کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز کا کوئی
 نقصان نہیں۔ اور منافق مؤمن کے پیچھے پڑھے تو اسے کوئی فائدہ
 نہیں پہنچتا۔

علی ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ما فعل احد من الصحابة رضی اللہ عنہم
 امتنع من الصلاة خلف المختار وعبيد اللہ بن زیاد
 والحجاج ولا فاسق افسق من هؤلاء۔

صلا ۲۱۴ ج ۴۰

ترجمہ: ہمارے علم میں کوئی صحابی بھی ایسا نہیں جس نے مختار
 عبید اللہ بن زیاد اور حجاج کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کیا ہو۔
 حالانکہ ان سے بڑھ کر کوئی فاسق نہیں۔

نزار ابوبرار من فقہ النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔

فتجوز امامۃ الرافضی والخارجی والمعتزلی والمقلد
ص ۴۲ ج: ۱

نزل الابرار من فقه النبی المختار صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ص ۹۷ ج: ۱

رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلد کی اقتدار میں نماز جائز ہے۔
مولانا وحید الزمان حیدرآبادی نزل الابرار میں لکھتے ہیں۔

وليعلم ان هناك فرق بين الكافر والمكفر فنسا

من كفر بالرافض ومن كفر بالخوارج فهم ليسوا
بكافرين بل مكفرون بلسان البعض والكافر من كفره

صريح ومتفق . ص ۹۷ ج: ۱

ترجمہ: یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ کافر اور مکفر میں فرق ہے ہم میں سے
بعض نے روافض کی تکفیر کی ہے اور بعض نے خوارج کی۔ تو یہ کافر
نہیں ہیں۔ بلکہ بعض نے ان کی تکفیر کی ہے ان کی بعض باتوں
کو کفر پر ٹھہرایا ہے (کافر وہی ہو گا جس کا انکار صاف ہو اور اس
کے کفر پر اتفاق ہو)

مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ ص ۱۰۱ کتاب کے دو سر مقامات پر لکھتے

ہیں۔

ووصلی علی الملک الظالم الساقک للدمار عسی
اللہ ان یقرہ وعلی العصا من المسلمین ولو كانوا
اصحاب الکبائر والبدعات کالرفضة والخوارج
والمعتزلة والجهمية ص ۱۰۱ ج: ۱

ترجمہ ظالم اور خوں نریباد شاہ کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ شاید التماس کو معاف فرمادے۔ گناہ گار مسلمانوں کا جنازہ بھی پڑھا جائیگا۔ اگرچہ وہ مرتکب کبیرہوں یا بدعتی ہوں مثلاً روافض، خوارج اور معتزلہ۔

و یجوز مناکحة المعتزلة والامامية والجهمية و
اهل البدعات لاننا لانکفر احدنا من اهل القبلة.

ص ۳۰ ج ۳

یعنی "معتزلہ" امامیہ جہمیہ اور بدعتی لوگوں سے رشتہ ناما
جائز ہے۔ کیونکہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولهذا كان الصحابة يصلون خلف المحاج
والمختار بن ابی عبيد الثقفي وغيرهما الجمعة
والجماعة. فتاوى ابن تيمية. ص ۳۳۰ ج ۲۳

"صحابہ رضی اللہ عنہم حجاج اور مختار بن ابی عبید ثقفی کے پیچھے
جمعہ اور جماعت کی دیگر نمازیں پڑھ لیتے تھے"

وانما تصح مثل هذه الصلوات خلف الائمة
اهل البدع كالرافضة ونحوهم.

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۳ صفحہ ۳۵۵)

"جمعہ اور عیدین وغیرہ کی نمازیں اہل بدعت مثلاً رافضی اور
ان جیسے دوسرے لوگوں کے پیچھے پڑھی جائیں گی۔
واذا كان الامام مبتدعاً فإنه يصل خلفه
الجمعة وتسقط بذلك ص ۳۶۱ ج ۲۳

امام بدعتی ہو تو اس کے پیچھے جمعہ درست ہے اور وہ ادا ہو جائے گا۔ سطورِ بالا میں ہم نے مختلف فتاویٰ کو جمع کر دیا ہے۔ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ وحدتِ امت کے لئے اکابرین نے کس طرح رواداری کا ثبوت دیا۔ فرقہ معترکہ اور جہمیہ وغیرہ پرانے فرقے ہیں جو موردِ عتاب اور محلِ غضب رہے ہیں۔ صاحب الدرا المختار نے ان کی بابت سخت الفاظ لکھے۔ نماز کے مسائل بیان کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ بدعتی ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری میں دمشق کے علامہ کمالین شامی نے ردالمحتار لکھی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسکو پڑھنے کے بعد فقہ حنفی کی کوئی اور کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں (اللہ ان کی قبر پر انوار کی بارش کرے)

علامہ صاحب نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اکثر متکلمین اور فقہائے صاحبِ درمختار سے اختلاف کیا ہے۔ جن لوگوں پر تند و تیز حملے کئے گئے ہیں وہ بھٹکے ہوئے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کے پیچھے نماز بھی پڑھی جائے گی ان کا جنازہ بھی پڑھایا جائے گا۔ اور ان کی مغفرت کے لئے دعا بھی کی جائے گی۔ مرنے کے بعد جائیداد کی تقسیم کے سلسلہ میں انہیں مسلمان شمار کیا جائے گا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتاویٰ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ جہمیہ اور مجزیہ فرقوں کے لوگوں سے خلقِ قرآن کے عقیدہ کے بارے میں مناظرے کرتے

رہے۔ ان کے عقائد کی تردید میں کتابیں لکھیں۔ ان کے عقائد کو کفریہ کہا۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کی بخشش کیلئے دعا کرتے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ومع هذا فالامام احمد رحمه الله تعالى
 ترحم عليهم واستغفر لهم لعلهم بانهم
 لم يتبين لهم انهم مكذبون للرسول ولا
 جاحدون لما جاء به ولكن تأولوا
 فاططاء واوقلدوا من قال لهم ذلك، فتاوى
 ابن تیمیة رحمه الله ج. ۲۳، ص ۳۲۹-۳۲۸

وحقیقۃ الامر فی ذالک ان القول قد یكون

کفراً فیطلق القول بتکفیرہ ویقال من قال کذا
 فهو کافر لکن الشخص المعین الذی قاله لا یحکم
 بکفره حتی تقوم علیه الحجة التي یکفرتا رکها
 ج. ۲۳ ص ۳۲۹ ومکذا الاقوال التي یکفر قائلها قد یكون
 الرجل له تبلغه النصوص الموجبة لعرفه
 الحق وقد تكون عنده ولم تثبت عنده اولم یتمکن
 من فهمها وقد یكون عرضت له شبهات یعذر
 الله بها فمن کان من المؤمنین یجتهد فی طلب الحق
 وخطأ فان الله یغفر له خطأه کما ینما کان
 سواء کان فی المسائل النظریة والعملیة هذا الذی

عليه اصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم
وجاهير أئمة الاسلام وما قسموا المسائل الى
مسائل اصول يكفروا بنكارها ومسائل فروع لا يكفروا
بانكارها: ج ۲۳ ص ۲۲۶

امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری نظر میں اسکی باتیں کفریہ ہیں
مگر ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ یہ باتیں دین کے خلاف ہیں
تاہم انہوں نے تحقیق کے بعد جو کچھ سمجھا کہہ دیا۔ حالانکہ وہ نہ نبی
کے منکر تھے اور بعد دین کے۔ شاید اللہ ان کا عذر قبول کر لے
اللہ کے ہاں رحمت کی کمی نہیں ہے۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ
کبھی کو روکتے کھلتے جنت کے دروازے پر کھڑا ہو جائیگا
تو یہ اسکی نادانی ہے کیونکہ رسول اللہ کے کسی امتی کے لئے
جنت کے دروازے بند نہیں ہوتے۔

ابا بن تیمیہ رحمہ اللہ نے شیعیت کے رد میں ایک
کتاب تحریر کی ہے۔ اس کا نام مہناج السنۃ النبویہ فی نقض
کلام الشیعۃ والقدریۃ ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ
کہہ دینا کافی ہے کہ اس موضوع پر یہ پہلی اور آخری کتاب
ہے۔ بعد میں آنے والوں کے پاس اس کے علاوہ کچھ
نہیں ہے۔ اسی سے خوشہ چینی کر کے کام چلائے ہیں۔ امام
صاحب جب بحث کے دوران اس بات پر پہنچے کہ
خوارن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت
طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
 علاوہ سب کو کافر کہتے ہیں جبکہ شیعہ ان دونوں کو بھی کافر
 سمجھتے ہیں۔ باوجود ذکر کرنے کے امام صاحب نے پوری
 فصل لکھی جس میں فرمایا۔

وقالوا هذا هو القول المعروف عن الصحابة والتابعين
 لهم باحسان وأئمة الدين انهم لا يكفرون ولا
 يفسقون ولا يؤثمون احدا من المجتهدين المخطئين
 لا في مسألة عملية ولا علمية قالوا والفرق بين
 مسائل الاصول والفروع انما هو من اقوال اهل
 البدع من اهل الكلام من المعتزلة والجهمية ومن
 سلك سبيلهم. منهاج السنة ج ۳ ص ۲۱/۲۰
 واهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهاد
 فآخطأ وان كان مخالفا لهم مكفر لهم مستحلا
 لدمائهم كما لم تكفر الصحابة الخوارج مع تكفيرهم
 لعثمان وعلي ومن والاهما واستحلا لهم
 لدماء المساكين المخالفين لهم. منهاج السنة
 ج ۳ ص ۲۳، فالجهد المستدل من امام وعالم وحاكم
 وناظر ومناظر ومفت وغير ذلك اذا اجتهد
 واستدل فانقضى الله ما استطاع كان هذا
 هو الذي كلفه الله اياه وهو مطيع لله مستحق

للتواب اذا اتقاه ما استطاع ولا يعاقبه الله

البيتة الخ - منهاج السنة ج ۳ ص ۲۷

”سئل رسول كما هو يا فرقع كما فقه كما هو خواه عقائد کا اگر کسی نے مسئلہ کو سمجھنے کی جدوجہد کی تو گویا اس نے دین کو سمجھنے کی سعی کی لہذا وہ بھی اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا خواہ وہ خارجی ہو یا شیعہ ان میں نہ کوئی کافر ہے نہ مرتد۔“

علامہ عبدالعزلی اصول فقہ حنفیہ کی کتاب مسلم الثبوت کی شرح فوائح الرحموت میں لکھتے ہیں۔

فوائح الرحموت شرح مسام الثبوت ج ۲ ص ۲۳۳/۲۳۴

وفي البحر الرائق حقوق بتفصيل يليق ان تكفير الروافض

ليس مذهبا الا نعتنا المتقدمين وانما ظهرت

اقوال المتأخرين فالوجه في عدم تكفيرهم ان

تدينهم اوقع فيما اوقع فهم انما وقعوا فيما وقعوا عما

منهم انه دين محمدى وان كان زعمهم

باطلا بيقين غير مشوب باحتمال ريب فيه

وما كذبوا محمدا صلى الله عليه واله وسلم في

زعمهم فهم غير ملتزمين الكفر والتزام الكفر

كفرون لزومه اما انكارهم للجمع عليه

وان كان انكار جلي ونشاء من سفاهة لكن

ليس انكارا مع اعترافهم انه مجمع عليه بل ينكرون

كونه كذلك لشبهة نشأت لهم وان كانت
باطلة في نفس الامر وهي زعمهم ان امير المؤمنين
عليه السلام بايع تقيية وخوفا وان كان هذا الزعم منهم
باطلا مما يضحك به الصبيان وامير المؤمنين
عليه السلام من نحو هذا التقيية الشنيعة والله هو
برئ لا ريب في انه برئ فهذه الشبهة وان
كانت شبهة شيطانية وانما جرأهم عليها
الوساوس الشيطانية لكنها مانعة عن التكفير
وانما الكفرانكار المجمع مع اعترافه انه مجمع
عليه من غير تاويل وهل هذا الا كما اذا انكر
المنصوص بالنص القطعي بتاويل باطل وهو
ليس كذا هذا.

فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث کو درست تسلیم کرتا ہے مگر
رسول اللہ کے بارہ میں کہتا ہے کہ معاذ اللہ وہ جھوٹے ہیں
تو وہ کافر ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا کہ رسول اللہ نے
واقعی ایسا فرمایا تھا۔ تو وہ راوی یا روایت کو رد کر رہا ہوتا ہے۔
رسول اللہ کو نہیں۔ ہاں اگر رسول اللہ موجود ہوں اور کوئی بیبات
کہے کہ میں نہیں مانتا تو وہ کافر ہے۔ چونکہ بہت سی روایات
کمزور اور ضعیف ہیں لہذا ان کو رد کرنے والا کافر نہیں ٹھہرے
گا۔ ہم خود بعض فرقوں کی بیان کردہ حدیثوں کی صحت کا انکار
کرتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی حدیث کی صحت

کے بارے میں شبہ کا اظہار کرنے پر کوئی کافر نہیں ہوتا۔ جب تک وہ دیدہ دلیری سے یہ نہ کہہ دے کہ ہاں میں مانتا ہوں کہ قرآن میں یہ لکھا ہے لیکن میں نہیں مانتا یا حدیث کے بارے میں ایسے الفاظ ادا کرے لیکن اگر کوئی حدیث کی صحت کے بارے میں شک کرتا ہے یا کوئی شخص کسی آیت کے مفہوم کے بارے میں اختلاف کرتا ہے تو اسکی تصحیح کرنا اور سمجھانا بہتر ہوگا نہ کہ اسے دائرۃ اسلام سے ہی خارج کر دیا جائے۔ امام عزالی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ فلسفی، دانشور اور علم کلام کے ماہر کے طور پر معروف ہیں۔ ان کی کتاب اجیاع علوم الدین، اہل علم میں بے حد مقبول ہے۔ امام صاحب کے دور میں بھی تکفیر کا طوفان برپا تھا۔ آج کی طرح اس وقت بھی بات بات پر کفر کے فتوے صادر ہوتے تھے۔ مخالفین کا جینا دو بھر تھا یہاں تک کہ ایک معتزلی عالم ۲۵ سال تک اپنے گھر سے نہ نکل سکے۔ ایسے وقت میں امام صاحب نے نعرۂ حق بلند کیا۔ اور مشہور رسالہ "التفرقة بین الاسلام والزندقة" تحریر کیا۔ نو سو سال پہلے لکھی جانے والی اس موضوع پر یہ پہلی تحریر ہے۔

امام عزالی رحمہ اللہ کی اس علمی و اصلاحی کوشش کی اگرچہ ابتداء میں بہت مخالفت ہوئی، لیکن بقول علامہ

شبلی رحمہ اللہ بالآخر یہ علم کلام کا مسئلہ بن گیا کہ اہل قبلہ
 جس قدر ہیں سب مسلمان ہیں چنانچہ علم کلام کی تمام کتابوں کا
 خاتمہ اسی مسئلہ پر ہوتا ہے "رسالۃ التفرقة بین الاسلام والتزندقہ"
 کا خلاصہ مؤرخ اسلام علامہ شبلی نے اپنی کتاب "الغزالی"
 میں نقل کیا ہے اس خلاصے کو جزواً ضمیمہ کے طور پر کتاب
 ہذا میں شامل کیا جا رہا ہے۔

اب شاہ ولی اللہ کا ذکر ہو جائے کس کس کے حوالے
 دیں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت کے نور اور عقل سے
 نوازا ہے وہ چختے رہے مگر جس طرح نثار خانے میں طوطی
 کی آواز کوئی نہیں سنتا معاملہ جوں کاتوں رہا۔ پیٹ پرست
 ملاؤں نے لوگوں کا کچھ نہیں بننے دیا نہ بننے دیں گے۔
 میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا۔

سائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

ہمارا خطیب امت کو ان باتوں میں الجھا کر لے ڈوبا
 جن سے اسلام کو تو کوئی نفع نہیں پہنچا آپس میں محاذ آرائیوں
 کی وجہ سے ہماری حکومتیں برباد ہو گئیں کافروں کا غلبہ ہو
 گیا لیکن ہمارے جھگڑے ختم نہ ہوتے یہ بدستوری ہے کہ
 "علم و دیانت کی کمی اور اعراض و اہوا کی زیادتی" کے شکار فتویٰ
 فروش ملاؤں نے مسلمانوں کو کہیں کانہ چھوڑا بہر حال بات
 ہو رہی تھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تو سنو! آپ
 اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ دیوبندی ہیں آپ کے جد امجد

تو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ہی ہیں اس ملک میں سب سے پہلے یہی شخص ہیں جنہوں نے حدیث کو نمایاں کیا سہرات کو واضح کیا ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ کو تو معجزہ سمجھیں۔ جنہوں نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا انہیں کیا بتائیں واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے حجت تمام کر دی ایک ایک مسئلہ کا فلسفہ بتایا تو اب صدیق الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارہ صدیوں تک لوگ حدیثوں کی تشریحیں لکھتے رہے مگر فلسفہ شریعت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا تو کیوں دیا؟ یہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے علاوہ کوئی بیان نہ کر سکا۔

اس کتاب میں وضو، نماز سے لے کر پوری شریعت کو کھول کر بیان کیا اس میں بتایا گیا کہ خدا کے دین میں کوئی بات زبردستی داخل نہیں کی گئی ہر شے کے اندر فلسفہ موجود ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کتاب مذکورہ میں ایک باب بعنوان "اسباب اختلاف الفقہاء" قائم کیا ہے اس میں لکھے ہیں

ج ۱۳، ح ۱۳۰ حجۃ اللہ البالغۃ جز اول ص ۱۵۹-۱۵۸

ومنها ان اکثر صور الاختلاف بين الفقهاء
لا سيما في المسائل التي ظهر فيها اقوال الصحابة
في الجانبين كتكبيرات التثنية وتكبيرات
العیدین ونكاح المحرم وقتهدا بن عباس و

ابن مسعود والاحتفاء بالبسمة وآمين والاشفاق
 والابتار في الإقامة ونحو ذلك إنما هو في
 ترجيح أحد القولين وكان السلف لا يختلفون
 في أصل المشروعية وإنما كان خلافاً في
 أولى الأمرين: وقد كان في الصحابة والتابعين
 ومن بعدهم من يقرأ البسمة ومنهم من لا
 يقرأها ومنهم من يجهر بها ومنهم لا يجهر بها
 وكان منهم من يقنت في الفجر ومنهم من لا
 يقنت ومنهم من يتوضأ من الحجامة والرعاف
 والقيء ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ومنهم
 من يتوضأ عن مس الذكر ومس النساء بشهوة
 ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ومنهم من يتوضأ
 مما مسته النار ومنهم من لا يتوضأ من ذلك
 ومنهم من يتوضأ من أكل لحوم الأيل ومنهم
 من لا يتوضأ من ذلك ومع هذا كان بعضهم
 يصلح خلف بعض مثل ما كان أبو حنيفة وأصحابه
 والشافعي وغيرهم رضي الله عنهم يصلون
 خلف الأمة المدينة من المالكية وغيرهم
 وإن كانوا لا يقرأون بالبسمة لاسل ولا جهرا
 صلى الرشيداً ما ما وقد احتجم فصلى الإمام
 أبو يوسف خلفه ولم يعيد وكان افتاء الإمام

مالك بانہ لا وضوء علیہ وكان الامام احمد
 ابن حنبل يرى الوضوء من الرعاف والحجامة
 فقبل له؛ فان كان الامام قد خرج منه الدم
 ولم يتوضأ هل يصلي خلفه؟ فقال: كيف
 لا اصلي خلف الامام مالك وسعيد ابن
 المسيب ويؤي ان ابا يوسف ومحمد اكانا
 يكبران في العيدين تكبيراً بن عباس لان هارون
 الرشيد كان يحب تكبير جده.

حجۃ اللذائب الفہم جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۵۸-۱۵۹

اس کے ذیل میں لکھتے ہیں مثلاً کوئی عید کی سات
 اور پانچ تکبیریں کہتا ہے کوئی حنفی تین بتاتا ہے کوئی وتروں
 میں قنوت پڑھتا ہے کوئی نہیں پڑھتا۔ کوئی بِسْمِ اللہ
 اونچی آواز سے کہتا ہے کوئی اونچی آواز سے نہیں کہتا۔ وتر
 کوئی جوڑ کر پڑھتا ہے کوئی الگ۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ ان سب کے بارہ میں فرماتے
 ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانے سے یہ باتیں

چلی آرہی ہیں۔ اور کسی نے نہیں کہا کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز
 سارے گروہ متفق تھے کہ سب باتیں جائز ہیں۔ ایک عمل ٹھیک
 ہے لیکن بہ ذلہ زیادہ اچھا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے زیادہ عمل کیا اس لئے زیادہ اچھا ہے وہ اختلاف ضرور
 کرتے تھے لیکن سلف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ

یہ عمل سرے سے موجود ہی نہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ دونوں عمل موجود تھے ہم سات اور پانچ تکبیریں کہتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ اگر کوئی حنفی امام تین تکبیروں سے عید پڑھا دے تو دیکھ کس بات کا جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آسمان کے سورج کی طرح روشن روایت موجود ہے کہ جب وہ کوفہ میں حاکم تھے تو حنفیوں کی طرح تین تکبیروں سے عید پڑھاتے تھے ابن حزم فرماتے ہیں جس طرح سورج میں کوئی شک نہیں اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ذکر چھپ رہا ہے تو یہ بیان کرنا مناسب ہوگا اور موضوع زیر بحث سے متعلق ہوگا کہ اٹھارہویں صدی میں جب ہندوستان کی مسلم سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی تو یہاں شیعتی چپقلش اور محاذ آرائی پورے زوروں پر تھی دونوں فرقے ایک دوسرے کو واجب القتل سمجھتے تھے۔ ان میں تلوار عام تھی۔

نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ معتدل مزاج لوگوں کے لئے اپنی جان بچانا مشکل ہو گیا تھا مثلاً شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جب ایک انتہا پسند شیعتی کے اصرار کے باوجود شیعوں کو کافر کہنے سے انکار کر دیا تو وہ خاصاً برہم ہوا اور کہنے لگا یہ تو شیعی ہے۔

(بحوالہ کتاب رود کوثر مصنفہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرم)

تکفیر باز عالموں کو سوچنا چاہیے کہ وہ امت کو لڑا لڑا کر

کیوں ہلاک کر رہے ہیں۔ قرآن مجید تو ایک بات لے کر آیا جو آیتہ کریمہ شروع خطبہ میں پڑھی کہ اللہ کی رستی کو مقبوضی سے تمام لو اور لغزش نہ ڈالو۔ مسائل ضرور سمجھائیں۔ پیار اور محبت سے درس دیں۔ وعظ کریں۔ مگر امت مسلمہ کو زیادہ نہ کریں۔ یہ جھگڑے ہمیشہ سے موجود تھے۔ مگر سب لوگ ایک دوسرے کو پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ عیسیٰ خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں چیف جسٹس تھے۔ ہارون الرشید نے نماز پڑھائی اس دور میں خلیفہ نماز پڑھاتے تھے۔ آج کل کی طرح نہیں کہ امت بھی نہیں کراتے) نماز اس حالت میں پڑھائی کہ اس نے وضو کے بعد سنیکیاں لگوائیں خون نکلوا یا وضو نہیں کیا۔ قاضی صاحب کے مطابق وضو ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن قاضی ابو یوسف نے خلیفہ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ اور بعد میں اسے دہرایا نہیں۔ ہارون الرشید نے اس لئے ایسا کیا کہ امام مالک نے یہ فتوے دے رکھا تھا کہ اس طرح وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے اس نے اس پر عمل کیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ بھی چپ بسے کہ ہمارے مسلک کے بارہ میں کوئی وحی تو نازل نہیں ہوئی کہ ہمارا مسلک ہی درست ہے۔ دوسرا جو بہتر سمجھتا ہے اس پر عمل کرے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ دونوں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عیدین میں تین زائد تکبیریں ہیں۔ مگر جب نماز پڑھاتے تو سات اور پانچ تکبیریں کہتے۔ کیونکہ خلیفہ عباسی تھا۔ اور وہ اپنے دادا کے طریق کا پیروکار تھا۔ اس لئے کہ ہارون الرشید کو اپنے دادا کا طریقہ پسند تھا۔ اس پر ان دونوں اماموں نے کہا کہ اس بات پر شور مچاتے کا فائدہ! اگر خلیفہ اسی پر خوش ہے تو تسلیم! آخر یہ طریقہ بھی تو موجود رہا ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے (خدا کرے) کہ بات واضح ہو گئی ہو۔ میرے اور آپ کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے) کہ امت مسلمہ کا دائرہ بہت وسیع ہے جسود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم مشرق تا مغرب لہرا رہا ہے۔ کلر گو امت موجود ہے کسی بستی میں بھی جائیں تو فرارخ ولی کا مظاہر کرتے ہوئے اسے مسلمان بھائیوں کی بستی سمجھیں۔ سوٹھانے جائیں۔ نا بھیر یا جائیں۔ دوسرے علاقوں میں جائیں۔ مالکی حضرات کو دیکھیں۔ ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ رفع یدین نہیں کرتے کوئی برا نہیں منانا۔ آپ انتظار کریں گے کہ سلام دونوں طرف پھیریں گے۔ مگر وہ صرف ایک بار! سلام علیکم کہہ کر نماز ختم کر دیں گے۔

ایسی صورت حال دیکھ کر آپ پریشان نہ ہوں۔ دین اسلام میں بڑی وسعت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ تمام فروعی مسائل کو جھکا کر تمام مسائل کا احترام کریں۔ جب تک کوئی فرد رسول اللہ کو اپنا ہادی

اور آخری نبی مان رہا ہے وہ آپ کا بھائی ہے۔ آپ کے خیال میں اگر کوئی فرد راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہے یا اس کے مسئلے کو آپ غلط تصور کرتے ہیں تو پیارِ محبت سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کریں۔ ہر فرقہ اپنے عقائد اور فتنہ کی تدوین کر چکا ہے۔ کوئی ایک آدمی اپنا مسلک چھوڑ کر دوسرے مسلک کے گروہ میں شمولیت کر سکتا ہے۔ تاہم تمام فرقہ نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ وحدتِ امت کی خاطر ہم ایک دوسرے کی مساجد میں بل کر نماز ادا کریں۔ جنازوں میں شرکت کریں۔ آپس میں رشتے ناتے کریں۔ تاکہ بعدِ دور ہو۔ اور امتِ مسلمہ ایک جسدِ واحد بن جائے۔ اسی میں ہم سب کا بھلا ہے۔ یہی اسلام کا پیغام ہے۔ بصورتِ دیگر دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

مباحثوں اور مناظروں کا طریقہ تشہیدِ ذہن اور تحقیقِ مسائل کیلئے تو مفید ہو سکتا ہے لیکن مذہبی مناظروں کا بوطریق کار اپنایا جاتا ہے، وہ نامناسب ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو لعنِ طعن کا نشانہ بنایا جاتا ہے، درستی کا لہجہ اختیار کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ذکاوت ہو جاتا ہے جس میں قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور ہمیشہ کیلئے عداوت پیدا ہوتی ہے اور آئندہ اس منافرت و عداوت میں اضافہ ہوتا رہتا

بے کچھ لوگوں نے اس طریق کار کو حمایتِ مذہب اور مدافعتِ اسلام کا نام دیا ہے۔ مگر درحقیقت اس سے خلقِ خدا تباہ ہوتی ہے۔ جو مذہبی پیشوا دوسرے کی اصلاح کا متناقی ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ مخالف کو نرمی سے سمجھائے اور اسے خود و نالائش اور اپنی برتری جتانے کی خاطر وجہِ فساد بنانے کی کوشش نہ کیے۔ مشکوٰۃ شریف میں صحیح ترین حدیث ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے ایک بڑے عابد نے ایک خطا کار کے متعلق کہا کہ خدا کی قسم تو نہیں بچتا جاوے گا۔ اس خود بینی کی بنا پر اس کی تمام نیکیاں برباد ہو گئیں اور اسے دوزخ میں ٹھونس دیا گیا۔ اس شخص نے دوسرے کو دوزخ کی وعید دے کر خود دوزخ خرید لی۔ جو لوگ کفر کے فتوے صادر کرتے ہیں ان کو ان باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ حدیث شریف مذکورہ کی اصل عبارت ذیل میں دی جا رہی ہے۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلین کانافی بنی اسرائیل متحابین احدهما اجتهد فی العبادة والاحسن یقول مذنب فجعل یقول اقصر عما انت فیہ فیقول خلنی وربی حتی وجدہ یومًا علی ذنب استنظمه فقال اقصر فقال خلنی وربی ابعثت علی رقیبا فقال واللہ لا یفقر اللہ

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَبِعِثَ اللَّهُ
 إِلَيْهِمَا مَلَكًا قَبِضَ أَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهُ
 فَقَالَ لِلْمَذْنُوبِ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي وَقَالَ
 لِلْآخِرِ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَحْظِيَ عَلَى عَبْدِ رَحْمَتِي
 فَقَالَ لَا يَأْرِبُ قَالَ أَذْهَبُ وَإِلَى النَّارِ وَإِلَى أَحْمَدِ

خوفِ طوالت سے ہم مزید حوالہ جات درج نہیں کر رہے ہیں۔
 لوگوں کو اللہ نے بصیرت دی ہے وہ لکھتے آ رہے ہیں بہانہ
 دہل کھتے آ رہے ہیں کہ جو لوگ اللہ کو مانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، قرآن کو کتابِ ہدایت تسلیم
 کرتے ہیں، قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے ہیں، مسلمان ہیں فروری
 اختلاف کی بنا پر کسی کو فوراً کافر قرار دینا بہت بڑا جرم ہے ایسے
 لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ ان کے اس قسم کے فتوروں
 سے خود ان کی اپنی نیکیاں برباد ہو سکتی ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے ادارے بنائے جائیں
 جہاں سے طالب علم کھلے ذہن لیکر نکلیں۔ وہ فساد کی لوگوں کے
 آلہ کار نہ بنیں۔ اگر اس جانب توجہ نہ دی گئی تو دینی ادارے
 فساد کے اڈے بنے رہیں گے۔

آج دنیا بھر کی طاغوتی قوتیں اسلام کے خلاف محاذ آرا
 ہیں۔ کئی خطوں میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ خونِ مسلم کی ارزانی
 پر ہر آنکھ اشکیا رہی ہے۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کا اتحدا
 وقت کی پکار ہے۔ المیہ یہ ہے کہ مسلمان کفار کی فریب کاریوں

کا انکار ہو کر آپس میں برسرِ پیکار ہیں۔ یوں دانت تیرا تا دانتہ
 طور پر کفار کے عزائم کی تکمیل ہو رہی ہے۔ تبلیغی ماساعی بے اثر
 ثابت ہو رہی ہیں۔ خدا را ہوش میں آئیں۔ فرقہ بندی کر کے
 مسلمان امت کو کمزور نہ کریں۔ جو بھی کلر گو ہے اس کا
 احترام کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

تلخیص و اقتباس از

رسالہ التفہیم بین الاسلام والزندقہ

مصنفہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از کتاب "الغزالی"

مصنفہ: مولانا شبلی نعمانی

شائع کریمہ
مدینہ پبلشنگ کمپنی
بندر روڈ - کلرچی

(صفحہ ۱۳ تا ۱۹۰)

امام عزالیؒ نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ نصوص شرعیہ کی
 تاویل و تفسیر کیلئے اصول و قواعد منضبط کئے اور خاص اس بحث
 پر ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام التفرقة بین الاسلام والزندقة ہے چونکہ
 یہ رسالہ نہایت مفید اور علم کلام کے سلسلہ میں نہایت مہتمم بالشان چیز ہے
 اس لئے ہم اس کا خلاصہ اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

التفرقة بین الاسلام والزندقة

یہ اس عہد کی تصنیف ہے کہ امام صاحب اشعری کی
 تقلید سے آزاد ہو چکے ہیں اور احیاء العلوم اشاعت پاپسکی
 ہے اور چونکہ اس کتاب میں بعض جگہ اشعریوں کے مخالف خیالات
 پائے جاتے ہیں اشاعرہ میں نہایت ناراضی پھیلی ہوئی ہے اور
 امام صاحب کی تزییل اور تکفیر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ یہ حالات
 دیکھ کر امام صاحب کے ایک مخلص دوست کا دل جلتا ہے اور
 امام صاحب کو تمام واقعات کی اطلاع دیتا ہے۔ امام صاحب اس
 کو جواب میں لکھتے ہیں یہی جواب التفرقة بین الاسلام والزندقة
 کے نام سے شہرت پاتا ہے۔

دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

برادرِ شفیق! حاسدین کا گروہ جو میری بعض تصنیفات (مستعلق بالشریعت) پر نکتہ چینی کر رہا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ تصنیفات قدمانے اسلام اور مشائخ اہل کلام کے خلاف ہیں اور یہ کہ اشعری کے عقیدے سے بال برابر بھی ہٹنا کفر ہے۔ اس پر جو تم کو صدمہ ہوتا ہے اور تمہارا دل جلتا ہے اس سے واقف ہوں۔ لیکن عزیزِ من! تم کو صبر کرنا چاہیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطاعن سے نہ بچ سکے تو میری کیا ہستی ہے جس شخص کا یہ خیال ہے کہ اشاعرہ یا معتزلہ یا حنبلیہ یا اور دیگر فرقوں کی مخالفت کفر ہے تو سمجھ لو کہ وہ اندھا مقلد ہے۔ اس کی اصلاح کی کوشش میں اپنے اوقات نہ ضائع کرو۔ جو شخص اشعری کی مخالفت کو کفر خیال کرتا ہے اور اس بنا پر علامہ باقلانی کو کافر کہتا ہے۔ اس سے پوچھنا چاہیے کہ اشعری اور باقلانی اگر باہم مخالف ہیں تو باقلانی کے کفر کو اشعری کے کفر پر کیوں ترجیح ہے۔ اس کے برعکس کیوں نہ ہوا۔ اور اگر باقلانی کی مخالفت جائز ہے تو کراچی اور قلانسہ کی مخالفت کیوں نہیں جائز ہے۔ اگر وہ شخص یہ کہے کہ معتزلہ کا یہ عقیدہ عقل میں نہیں آسکتا کہ خدا کی ذات ہی تمام صفات کی بجائے کافی ہے تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ اشعری کا یہ عقیدہ کیوں کفر خیال میں آسکتا ہے کہ کلام الہی میں کثرت نہیں اور پھر وہ اس بھی ہے اور نہیں بھی۔ خیر بھی ہے اور استخبار بھی۔ قرآن بھی ہے اور انجیل بھی۔ تورات بھی ہے اور زبور بھی۔ اگر تم انصاف کرو تو معلوم ہوگا کہ جو شخص حق کو کسی شخص خاص

میں محدود سمجھتا ہے وہ کفر کے خود قریب ہے۔ کیونکہ اس نے اس شخص کو رسول اللہ کی طرح معصوم قرار دیا۔ غالباً تم کو کفر کے معیار کے جانتے کی خواہش ہوگی تو میں ایک قاعدہ کلیتہاً بتاتا ہوں کہ کفر کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے اس چیز میں جو ان پر خدا کی طرف سے آئی۔ لیکن اس میں یہ دشواری پیش آئیگی کہ مسلمانوں میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی نسبت یہی الزام لگاتا ہے۔ اشعری معتزلہ کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ معتزلہ احادیث روایت کو تسلیم نہیں کرتے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ معتزلہ اس لئے اشعری کی تکفیر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک صفات الہی کی کثرت کا قائل ہونا توحید یاری کے خلاف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ہے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے تم کو تصدیق و تکذیب کی حقیقت بتانا ہوں۔

تصدیق کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کے وجود کی خبر دی ہے اس کے وجود کو تسلیم کیا جائے لیکن وجود کے یہ اسرار مدارج ہیں اور انہی مدارج سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تکذیب کرتا ہے۔

وجود کے مراتب خمسہ کی تفصیل

۱: وجود ذاتی یعنی وجود حجابی۔

۲: وجودِ رستی یعنی صرف حاسہ میں موجود ہونا مثلاً خواب میں ہم جن اشیاء کو دیکھتے ہیں ان کا وجود صرف ہمارے حاسہ میں ہوتا ہے یا جس طرح بیماروں کو جاگتے کی حالت میں خیالی صورتیں نظر آتی ہیں۔ شعورِ حوالہ کا دائرہ وجودِ حقیقت دائرہ نہیں ہم کو دائرہ نظر آتا ہے۔

۳: وجودِ خیالی: مثلاً زید کو ہم نے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں تو زید کی صورت خواب ہماری آنکھوں میں پھرتی ہے یہ وجودِ خیالی ہے۔

۴: وجودِ عقلی: یعنی کسی شے کی اصل حقیقت مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ یہ چیز ہمارے ہاتھ میں ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہماری قدر اور اختیار میں ہے تو قدرت اور اختیار ہاتھ کا وجودِ عقلی ہے۔

۵: وجودِ شبہی: یعنی وہ شے خود موجود نہیں لیکن اس کے مشابہ ایک چیز موجود ہے۔ ان اقسام کے بیان کرنے کے بعد امام صاحب نے ہر ایک کی متعدد مثالیں لکھی ہیں۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ قیامت میں موت مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی اور ذبح کر دی جائے گی۔ اس کو وجودِ حسی قرار دیا گیا ہے یا مثلاً حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں یونس کو دیکھ رہا ہوں۔ الخ اس کو وجودِ خیالی کی مثال میں پیش کیا ہے۔

تفصیلی مثالوں کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ شریعت میں جن چیزوں کا ذکر آیا ہے ان کے وجود کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے لیکن اگر اقسام مذکورہ بالا سے کسی قسم کے مطابق اس کا وجود تسلیم کیا جائے تو یہ کفر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تادل ہے اور تادل سے کسی فرقہ

کو مقرر نہیں۔ سب سے زیادہ امام احمد بن حنبل تاویل سے کہتے ہیں
لیکن مفصلہ ذیل حدیثوں میں ان کو بھی تاویل کرنی پڑی۔

”عمر اسود خدا کا ہاتھ ہے۔ مسلمانوں کا دل خدا کی انگلیوں میں
ہے۔ مجھ کو مین سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔“ پھر لکھتے ہیں کہ
احادیث میں آیا ہے کہ اعمال تو لے جائیں گے چونکہ اعمال عرض
ہیں اور وہ تو لے نہیں جائیں گے اس لئے سب کو تاویل کرنی
پڑی۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ نامہ اعمال کے کاغذ تو لے جائیں گے۔
معتزلہ کہتے ہیں کہ تو لے لے سے انکشافِ حقیقت مراد ہے بہر حال
تاویل دونوں کو کرنی پڑی۔ باقی جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ
فلس اعمال جو عرض ہیں وہی تو لے جائیں گے اور انہی میں وزن
پیدا ہو جائے گا۔ وہ سخت جاہل اور عقل سے بالکل معرا
ہے۔

اس کے بعد امام صاحب تاویل کے اصول بتاتے ہیں
اور لکھتے ہیں کہ جن اشیاء کا ذکر شریعت میں ہے اول اس
کا وجود ذاتی ماننا چاہیے، اگر کوئی دلیل قطعی موجود ہو کہ وجود ذاتی
مراد نہیں ہو سکتا تو وجودِ حسی، پھر خیالی، پھر عقلی پھر شبہی
اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ ایک کے نزدیک جو دلیل قطعی ہے
دوسرے کے نزدیک نہیں مثلاً اشعری کے نزدیک اس بات پر
دلیل قطعی قائم ہے کہ خدا کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتا
لیکن حنبلیہ کے نزدیک اس پر کوئی دلیل نہیں۔ ایسی تاویلات کی
صورت میں کسی کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ گمراہ اور

بدستی کہا جاسکتا ہے۔

تاویل کے متعلق امام صاحب کی رائے

پھر لکھتے ہیں کہ جب تاویل کی بنا پر ہم کسی کو کافر کہنا چاہیں تو پہلے ان امور کو دیکھنا چاہیے کہ وہ نص قابل تاویل ہے یا نہیں اگر ہے تو یہ تاویل قریب ہے یا بعید، وہ نص یہ تو اتر ثابت ہے یا یہ آحاد یا اجماع امت، اگر یہ تو اتر ہے تو تو اتر کے تمام شرائط پائے جاتے ہیں یا نہیں، تو اتر کی تعریف یہ ہے کہ اس میں کسی طرح شک نہ ہو سکے مثلاً اینیسا اور مشہور شہروں کا وجود یا قرآن، یہ چیزیں متواتر ہیں لیکن قرآن کے سوا اور چیزوں کا ثابت ہونا نہایت غامض ہے کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ ایک گروہ کثیر ایک امر پر متفق ہو جائے اور اس کو بدواتر بیان کرے۔

جس طرح شیوخ حضرت علیؑ کی ولایت کی حدیث بیان کرتے ہیں اجماع کا ثابت ہونا اور بھی مشکل ہے۔ کیونکہ اجماع کے یہ معنی ہیں کہ تمام اہل حل وعت ایک امر پر متفق ہو جائیں اور پھر ایک مدت تک اور بعضوں کے نزدیک تا القراض عصر اول اس اتفاق پر وہ لوگ قائم رہیں اس پر بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ایسے اجماع کا منکر بھی کافر ہے یا نہیں کیونکہ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ جب اجماع کے منعقد ہونے کے وقت ایک شخص کا اختلاف کرنا جائز تھا تو اب کیوں جائز نہ ہو۔

پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ گو تو اترا یا اجماع ہو چکا لیکن تاویل کرنے والے کو بھی اس اجماع یا تو اترا کا یقینی علم تھا یا نہیں، اگر نہیں ہے تو وہ مُخْطی ہو گا مگذب نہ ہو گا۔

پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ جس دلیل کی وجہ سے وہ شخص تاویل کرتا ہے وہ شرائطِ برہان کے موافق دلیل ہے یا نہیں؟ شرائطِ برہان کی تفصیل کے لئے مجلداتِ درکار ہیں اور ہم نے محکم النظر میں تھوڑا سا بیان کیا ہے لیکن فقہائے زمانہ اکثر اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اب اگر وہ دلیل قطعی ہے تو تاویل کی اجازت ہے اور اگر قطعی نہیں تو تاویل قریب کی اجازت ہو سکتی ہے نئے کہ بعید کی۔

پھر دیکھنا چاہیے کہ مستزادِ میر کبھی کوئی اصولِ دین کا مسئلہ ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو اس پر چنداں گیر دار نہیں۔ مثلاً شیوہ امام مہدی کا سرواب میں مخفی ہونا ملتے ہیں۔ یہ ایک دہم پرستی ہے لیکن اس اعتقاد سے دین میں کوئی خلل نہیں آتا۔

اب جب تم کو یہ معلوم ہوا کہ تکفیر کے لئے تمام مراتبِ مذکورہ بالا کا لحاظ ضرور ہے تو سمجھ گئے کہ اشعری کی مخالفت پر کسی کو کافر کہنا جہل ہے اور فقیر صرف علمِ فقہ کی بنا پر مہارتِ مذکورہ بالا کا کیوں کر فیصلہ کر سکتا ہے۔ لہذا تم جب دیکھو کہ کوئی فقیر آدمی جس کا سرمایہ علم صرف فقہ ہے کسی کی تکفیر یا تضلیل کرتا ہے تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرو۔

پھر ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ جو چیز اصولِ عقائد سے تعلق نہیں رکھتی اس میں تاویل کرنے پر تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ مثلاً بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے آفتاب و ماہتاب کو خدا نہیں کہا تھا۔

کیونکہ اجماع کو خدا کہنا ان کی شان سے بعید ہے بلکہ انہوں نے جو اہر
قلکیہ نورانیہ دیکھے تھے اور ان کو خدا سمجھا تھا تو ایسی تاویل پر تکفیر اور تبدیع
نہیں کرنی چاہیے۔“

قدیم علم کلام کا طرز استدلال

یہ تمام بحث تو ان مسائل کی نسبت تھی جو غلطی سے علم کلام میں مستزاد
کر دیے گئے تھے لیکن جو مسائل اصلی تھے ان کی نسبت یہ مرحلہ باقی
تھا کہ ان کے اثبات کا طریقہ اور طرز استدلال کہاں تک درست
ہے۔ متکلمین جس طریقہ سے ان کو ثابت کرتے تھے نہ وہ نقلی تھے
نہ وہ اصول عقیدہ کے معیار پر ٹھیک اترتے تھے۔ بہت بڑی دلیل
جو اکثر عقائد کے اثبات کے لئے کام میں لائی جاتی تھی تامل اجماع
کا مسئلہ تھا یعنی یہ کہ تمام اجماع کی ایک حقیقت اور ایک ماہیت ہے
شرح مقاصد میں اس کی نسبت لکھا ہے۔

وهذا اصل مبنی علیہ کثیر من قواعد الاسلام
کاثبات القادر المختار وکثیر من احوال النبوة والمعاد۔
”یہ وہ اصل ہے جس پر اسلام کے بہت سے اصول مبنی ہیں
مثلاً قادر مختار کا وجود اور نبوت و معاد کے بہت سے حالات“
تامل اجماع کا ثبوت ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے
اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اکثر عقائد اسلامی کا اثبات اسی مسئلہ کے ثابت

کرنے پر موقوف ہے تو خود ان عقائد کی بنیاد متزلزل ہو جائیگی۔
ان دعوہ سے امام صاحب نے مستکلمین کے استدلال و احتجاج
کے طریقے کو چھوڑ کر تمام مسائل پر نئی دلیلیں قائم کیں۔ ان میں سے بعض
ایسی تھیں جن کو حکماء استعمال کرتے تھے لیکن امام صاحب کا یہ مشرب
تھا کہ وہ متابعِ خوش زہر دکال کہ باشد۔

ممکن ہے کہ ایک گروہ کثیر ایک روایت پر متفق ہو جائے اور
وہ درحقیقت صحیح نہ ہو مثلاً حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کوشیعوں
کا تمام گروہ جو لاکھوں اور کروڑوں سے تجاوز ہے بتواتر بیان کرتا ہے
حالانکہ درحقیقت وہ متواتر نہیں۔

اجماع

تکفیر کا ایک بڑا سبب اجماع کا انکار کرنا قرار دیا جاتا تھا یعنی یہ کہا
جاتا تھا کہ فتلاں مسئلے پر چونکہ اجماع ہو چکا ہے اس لئے اس کا
منکر کافر یا کم از کم فاسق و گمراہ ہے۔

امام صاحب نے بتایا کہ اجماع کا ثابت ہونا تو اتنے سے بھی زیادہ
مشکل ہے کیونکہ اجماع کے یہ معنی ہیں کہ تمام اہل حل و عقد ایک امر پر
متفق ہو جائیں اور ایک مدت تک اس اتفاق پر قائم رہیں۔ بعضوں
کے نزدیک یہ اتفاق عصر اول کے گزر جانے تک قائم رہنا چاہیے۔

فرض کرو کہ ایسا اجماع ہو بھی تو یہ کیوں ثابت ہو سکتا ہے کہ جو شخص اس مسئلہ کا منکر ہے اس کو بھی اس اجماع کا یقینی علم ہے۔ یہ بھی فرض کرو کہ علم بھی ہے لیکن عین اجماع کے وقت اجماع سے مخالفت کرنی جائز تھی تو اب کیوں جائز نہ ہو۔

ایک بڑی غلطی یہ تھی کہ ہر قسم کے مسائل پر بلا امتیاز کفر و فسق کا حکم نافذ کیا جاتا تھا۔ امام صاحب نے بتایا کہ گو ایک مسئلہ ستر پانچ غلط ہو لیکن اگر وہ اصول دین سے نہیں ہے تو اس پر نہ واخذہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً شیعوں کہتے ہیں کہ امام مہدی سا آئے گا۔ اب میں کہتی ہیں۔ یہ واقعہ غلط ہو لیکن اس کو اصول دین سے کچھ تعلق نہیں اس لئے اگر کوئی شخص اس کا قائل ہو تو اس کو گمراہ نہیں کہہ سکتے یا مثلاً بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نے چاند اور سورج کو پہلے خدا کہا تھا اس سے چاند اور سورج مراد نہیں بلکہ انوار الہی مراد ہیں تو اس بنا پر ان صوفیہ کو مبتدع اور گمراہ نہیں کہہ سکتے۔

غرض تکفیر کی جو جو وجوہ ہیں لوگوں نے قائم کی تھیں امام صاحب کے نسب کو رد کیا اور قطعی دلائل سے ثابت کیا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں اور اسلامی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں۔ آپس میں جو اختلافات ہیں وہ اصل اسلام سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ اجتہادی اور فرعی باتیں ہیں جن کی حد اس سے آگے نہیں بڑھتی کہ ان میں سے ایک صحیح ہو اور دوسری غلط ہو۔

امام صاحب نے یہ فیاضی اپنے ہم مذہبوں پر محدود نہیں رکھی بلکہ ان کی رائے میں بجز ان کفار کے جن کے سامنے اسلام کی حقیقت

پورے طور پر ظاہر کر دی جائے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں، یا قیاسی
بجور و معذور ہیں۔ چنانچہ رسالہ تفرقہ میں لکھتے ہیں۔

بَلْ أَقُولُ أَكْثَرُ نَصَارَى السُّرُومِ وَالتُّرُوكِ فِي هَذَا الزَّمَانِ
تَشْمَلُهُمُ الرَّحْمَةُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اکثر نصاریٰ روم اور ترک جو ہمارے زمانہ
میں ہیں انکو رحمت الہی انشاء اللہ شامل ہوگی۔

امام صاحب کی اس فیاضی پر اگرچہ ابستدار میں بہت مخالفت
ہوتی لیکن بالآخر یہ علم کلام کا مسئلہ بن گیا کہ اہل قبلہ جس قدر ہیں سب
مسلمان ہیں۔ چنانچہ علم کلام کی تمام کتابوں کا خاتمہ اسی مسئلہ پر
ہوتا ہے۔

عملی طور پر امام صاحب کی کوشش کا جو اثر ہوا وہ یہ تھا کہ
اشعریہ و حنابلہ جو آپس میں صدیک و گریہ تھے اور جن میں اختلافات
عقائد کی بنا پر بارہا خونریزیاں ہو چکی تھیں۔ رفتہ رفتہ ان کا
اختلاف کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ بعض مستثنیات کے اشاعرہ
اور حنابلہ عموماً شکر ہو گئے۔

واللہ اعلم بالصواب کے کئی و شیوعہ میں بھی ۵۰۲ء میں صلح
ہو گئی اور وہ خونریزیاں جن کی بدولت بغداد کے محلے کے محلے
برباد ہو گئے تھے دفعۃً رک گئیں۔

رسالہ بزار طبع اول، کے متعلق قاضی تارین کے

”منازات“

علماء کرام و مشائخ عظام

- ۱: مولانا مجاہد الحسنی صاحب مدیر رسالہ صوت الاسلام فیصل آباد۔
- ۲: مولانا عبدالرشید ارشد صاحب ناظم اعلیٰ اتحاد العلماء پاکستان
- ۳: صاحبزادہ میاں محمد ضمیر الحق صاحب امیر جماعت سراجیہ فیصل آباد۔

ادیب و دانشور و ماہرین تعلیم

- ۱: جناب حافظہ عیالوی صاحب (قومی ایوارڈ یافتہ نعت گو شاعر و ادیب) فیصل آباد۔
- ۲: سید ابرار حسین صاحب گیلانی پروفیسر زرعی یونیورسٹی فیصل آباد
- ۳: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب قریشی ڈائریکٹر تعلیمات (کالج) فیصل آباد ڈوئین
- ۴: پروفیسر ریاض احمد صاحب ڈائریکٹر تعلیمات (سکول) فیصل آباد ڈوئین۔

ترادو

- ۱: ڈاکٹر یوسف حسان خان سابق میڈیکل آفیسر الائیڈ ہسپتال فیصل آباد۔
- ۲: سید منظر حسین نقوی جنرل سیکرٹری انجمن سادات پاکستان فیصل آباد۔

پہلی اشاعت کے بعد رسالہ ہذا بہت سے علماء کرام
 مشائخ عظام، دانش ور حضرات اور نژادِ نو کے سوچ بچار
 کرنے والے نوجوانوں کے زیرِ مطالعہ آیا۔ چنانچہ اس کے
 مندرجات سے اتفاق کرتے ہوئے بہت سے اصحاب
 نے ہماری اس کوشش کو سراہا اور موجودہ دور میں وحدتِ امت
 کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر اس کی مسزید
 اشاعت و تقسیم پر زور دیا۔

ان میں سے دو حضرات محترم المقام صوفی ابوالانس محمد برکت علی
 لدھیانوی صاحب دہلا لاجان فیصل آباد اور جناب پروفیسر عبدالغفور
 صاحب سابق وفاقی وزیر و نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان
 کی نگارشات کو ٹائٹل کے اندرونی صفحات پر دیا جا رہا ہے۔
 علاوہ انہیں رسالہ ہذا کے بارے میں مختلف شعبہ ہائے زندگی
 سے تعلق رکھنے والے چند حضرات کے تاثرات آئندہ
 صفحات پر دیے جا رہے ہیں۔

یوں تو ہماری دلی خواہش تھی کہ ہم دیگر سب حضرات کی قیمتی آراء
 اور مفید مشوروں کو رسالہ ہذا کی زینت بناتے۔ لیکن تنگ دامانی
 اس خواہش کی راہ میں ہمارے آڑے آئی۔ تاہم ان آراء کی
 روشنی میں زیرِ نظر اشاعت میں مناسب اصلاح و اضافہ کیا
 گیا ہے۔ بہر حال ہم ان سب اجاب کے ترویل سے
 شکر گزار ہیں۔

بجز انشاء اللہ حسنہ الجزاء

عالم دین صحافی

مولانا محمد الحسینی
مدیر رسالہ "صوت الاسلام"
فیصل آباد۔

اللہ تعالیٰ نے دورِ حاضر کے افتراق انگیز اور پر تشدد
ظلمت کدے میں امت مسلمہ کی وحدت اور مسلمانوں میں
اتفاق و اتحاد کے فائدے روشن کر نیکافرینہ انجام دینے
والے مخلصین کو اس سعادت سے نوازا ہے کہ وہ کفر و
شُرک اور باطل کی یلغار کا پوری استقامت اور ثابت قدمی کے
ساتھ مزاح موڑنے کی سعی کر رہے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا
محمد اسحاق صاحب خطیب جامع مسجد کرمیہ فیصل آباد کی
شخصیت منفرد اور ممتاز ہے۔ میرے مخلص کرم فرماؤں خط
محمد سلیمان صاحب سمن آبادی کی زبانی حضرت مولانا محمد اسحاق
کی علمی خوبیوں کا اکثر تذکرہ سنا تھا۔ مگر ان سے ملاقات کا شرف
حاصل نہ ہوا تھا۔ ایک روز از خود ہی تشریف لے آئے اور
"وحدتِ امت" کے عنوان سے ایک کتابچہ عنایت فرمایا۔
یہ کتابچہ اہل قیل کی تکفیر اور فقہی اختلافات کی بناء پر ملت اسلامیہ
میں زبردست محاذ آرائی کے خلاف ایک فکر انگیز اور مخلصانہ
تحریر پر مشتمل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا موصوف
نے مؤثر اور مدلل انداز میں امت مسلمہ کو وحدت و یکائیت اور

اتحاد و اتفاق کی جو دعوت دی ہے اس پر لٹیکہ کہتے ہوئے امت کے تمام مکاتب فکر اور ممالک کے حضرات اسے ایک منظم تحریک کی شکل دینے کی جدوجہد کا آغاز کریں۔ کیونکہ آج دنیا کے مختلف ممالک میں امت مسلمہ کے خلاف کفار و مشرکین اور مخالفین اسلام نے ایک متحدہ محاذ کی صورت میں جو یقیناً شروع کر رکھی ہے اور صفحہ ہستی سے مسلمانوں کا وجود مٹا دینے اور ختم کر دینے کے جو ہولناک اور لرزہ خیز مظالم روا رکھے جا رہے ہیں۔ پوری امت مسلمہ کی وحدت اور اتفاق کے سب سے موثر اسلحے سے ہی ان کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے۔ ایک خطرناک یقیناً اور ہمہ گیر تحریک کا مقابلہ تحریک اور تنظیم کی صورت میں ہی صحیح طور سے کیا جاسکتا ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت خاص سے امت مسلمہ کو دشمنوں کے شرور و فتن اور ان کے روز افزوں مظالم سے محفوظ و مصون رکھنے کے اسباب بہیا فرمائے تاکہ عہد ماضی کی طرح حزب اللہ کو ہی علیہ و فوقیت حاصل ہو جائے۔ آمین!

عالم دین مابہر تسلیم

مولانا عبدالرشید ارشد
ناظم اعلیٰ اہمیت اور العلماء پاکستان

عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ابتری اور زوال کا سب سے بڑا سبب اس میں وحدت اور یکجہتی کا فقدان، باہمی جنگ اور ایسی فرقہ وارانہ کشیدگی ہے جس میں باہم تکفیر و تفسیق کا عنصر شامل ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل فیصل آباد کے مشہور محقق عالم دین مولانا محمد اسحاق صاحب نے وحدت امت کے موضوع پر ایک مبسوط و مدلل خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جسے سامعین نے اپنے دل کی آواز اور ملت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس ترتیب و تدوین کے ساتھ شائع کر دیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ مولانا محمد اسحاق صاحب کے ارشادات وقت اور ملت اسلامیہ کے تقاضوں کی خوبصورت صدائے بازگشت ہیں اور وہ اس قابل ہیں کہ انہیں ہر جگہ سنا اور پڑھا جائے۔ یہ مختصر علمی مجموعہ بیک وقت عوام اور علماء دونوں کے لئے معلومات افزا ہونے کے ساتھ ساتھ فرقہ وارانہ کشیدگی میں توازن اور اعتدال پیدا کرنے کا موثر ذریعہ ثابت ہو گا۔ دعا ہے کہ مولانا صاحب کے دل درد مند سے نکلی ہوئی یہ صد لوگوں کے دلوں کی دھڑکن اور روحوں کی جلا بن سکے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین بادار ملخص

پیر طریقت - ماہر تعلیم

صاحبزادہ میاں محمد ضمیر اسحق
امیر جماعت سراجیہ فیصل آباد

مولانا محمد اسحاق صاحب کا کتابچہ وحدت امت بڑھ کر انتہائی مسرت اور خوشی ہوئی۔ انہوں نے ایک اہم موضوع پر بروقت اظہار خیال کیا ہے۔ پوری امت اور خاص طور پر پاکستان کی بقا اور ترقی کے لئے اپنے عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے اتحاد بین المسلمین کی ضرورت ناگزیر ہے۔ انتشار، فرقہ واریت اور تنگ نظری کی آگ نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ آپ نے وحدت امت لکھ کر اس دہکتی آگ کو بجھانے کی پر خلوص کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور غیروں کے علاوہ اپنوں کے شر سے بھی محفوظ رکھے۔

جماعت سراجیہ فیصل آباد وحدت امت اور اتحاد ملت کی نہ صرف نقیب اور داعی ہے بلکہ خصوصی اور عمومی سطح پر شب و روز کوشاں بھی ہے جس کے نتیجے میں ہم بیگانوں سے زیادہ اپنوں کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ جماعت تعصب، تنگ نظری اور فرقہ واریت کے خلاف ہمیشہ صفا آ رہی ہے۔ خدا کے ہر مکتبہ فکر میں آپ جیسے ملت کے خیر خواہ پیدا ہوں۔ اور انکی کوششیں رنگ لائیں اور یہ بھری ہوئی قوم تین واحدین جاسے آمین!

ادیب، شاعر
(لفت گوئی میں صدارتی ایوارڈ یافتہ)

جناب حافظ لدھیانوی

مکرمی و محترمی مولانا محمد سحاق دامت برکاتہم کی تصنیف
لطیف "وحدتِ امت" کا مرنا لعلہ کر کے یوں محسوس ہوا جیسے
تپتے صحرا میں اچانک بہار کے پہلے چھونکے زخم و جاں
کو معطر کر دیا ہو۔ اس کتابچہ میں اتحاد بین المسلمین اور اتحاد
بین العلماء کا جو درس دیا گیا ہے وہ انتہائی مستحسن گوشش
اور بابرکت سعیِ جمیلہ ہے۔ اگر مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے
والے علماء کرام اور پیرانِ عظام اسی انداز میں سوچیں اور ان کے
افکار و خیالات میں محبت کے پہلو اور باہمی الفت کے
پیغامات ہوں تو یہ فروعی اختلافات وجہِ نزاع نہ بنیں۔

ہر کلمہ گو خداوند کریم کو وحدۃ لا شریک اور ختمی مرتبت صلوات
علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ وہ دائرۃ اسلام میں داخل
ہو جاتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ کلامِ پاک کا ارشاد ہے: "سب
مسلمان بھائی بھائی ہیں" ہم سب ایک ہی چشمہ فیوض و
برکات سے سیراب ہوتے ہیں۔ سب کے افکار و خیالات کا
مرکز و محور قرآن مجید اور احادیث نبوی صلوات علیہ وآلہ وسلم ہے۔
قرآن و سنت ہی سب کی رہنمائی کا ماخذ ہے۔ پھر جھگڑے کی بات

سمجھ میں نہیں آتی۔

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبات، مکتوبات اور اشعار میں وحدتِ ملت اور وحدتِ امت ہی کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ اس دورِ اختلافات میں اسی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ مذہب میں فروعی اختلافات سے کفر لازم نہیں آتا۔ اگر یہ اختلافات نیک نیتی پر مبنی ہوں، علمی اور نظریاتی سطح پر ہوں تو کوئی قابلِ گرفت بات نہیں۔ اگر یہ علیحدہ تشخص قائم کرنے اور ایک فرقے کی بنیاد بن جائیں اور ہر فرقہ دوسرے کے نظریات کی تکذیب اور تکفیر کرنے لگے تو سازگار ماحول کیسے میسر آسکتا ہے۔

مولانا موصوف نے وحدتِ امت میں نہایت شرح و بسط اور انتہائی فراخ دلی اور علمی انداز میں اپنے موقف کو پیش کیا ہے اور آپس میں صلح و آشتی، محبت و اخوت کا پیغام دیا ہے جو اوج کے دورِ فتنہ و فساد میں ایک اہم اور موثر تحریر ہے جس سے فروعی اختلافات ختم کرتے اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کی فضا قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ اگر ہر مسلک کے علماء یہی روش اختیار کریں اور ولانہ کے طرزِ عمل اور فکر و نظر کو تبلیغِ دین کا ذریعہ بنائیں تو ماحول میں خوشگوار انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ اور تمام بے بنیاد جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

والشور، ماہرِ تسلیم

سید ایاز حسین گیلانی
پروفیسر ذمہ دار یونیورسٹی فیصل آباد

مسلمانوں کے اندر جس وقت تک یہ احساس تازہ رہا کہ ان کا خالق وحدہ لا شریک ہے۔ ان کے ہادی و رہنما حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسلام ان کا دین ہے تو وہ بنیائے مریضوں کی طرح رہے اور انہیں کوئی بڑی سے بڑی قوت چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں بانٹ کر باہمی نفرت سے دوچار نہ کر سکی۔ مگر جب یہ احساس طبعی ہوئی تو امت مسلمہ گروہوں میں بٹی جلی گئی۔ اس تفریق و انتشار میں دیگر عوامل کے علاوہ ایک اہم عامل فرقہ بندی کا ہے فرقوں کا باہمی اختلاف مسلمانوں کے اندر اختلاف کا باعث بنا ہوا ہے۔ اپنے علاوہ باقی فرقوں کو مسلمان نہ سمجھا اور کسی دوسرے کی امامت میں نماز ادا کرنے کا روادار نہ ہونا اس کے افسوس ناک پہلو ہیں۔ یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ زیرِ نظر رسالہ وحدتِ امت میں مولانا محمد اسحاق صاحب نے اس غلط موقف کا مکمل اور مستند طریقے سے رد کیا ہے۔ مولانا موصوف کی اس کاوش پر انہیں مبارکباد دیتا ہوں اور قوی امید رکھتا ہوں کہ یہ رسالہ وحدتِ امت کے عمل کو آگے بڑھانے میں مفید معاون ہوگا۔ انشاء اللہ

دانشور، ماہرِ تعلیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
ڈائریکٹ آف ایجوکیشن ریکارڈز
فیصل آباد ڈویژن۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے حوالے سے جو امت وجود میں آئی وہ رنگ و نسل، زبان و بیان اور علاقے اور خطے کے تفاوت کے باوجود ایک ملت کہلائی۔

ایمان کی دولت نے اسے وحدت کا شرف

بھی عطا کر دیا۔ اسکے رویے یکساں پائے گئے۔ تو اس کی جاہلیتیں بھی مرکز آشتنا ہو گئیں، اپنے اور غیر کا مفہوم بدل گیا۔ مکہ مکرمہ کا قریشی النسب تسلیم کی توفیق سے بے بہرہ رہا تو اپنا نہ رہا اور حشش کا غلام سر نیزا زھکھلانے کا اہل ٹھہرا تو محترم بھی ہوا اور اپنا بھی۔ اسی لئے علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا
ع خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی۔

مگر پستی یہ ہوئی کہ وحدت کا تعیب دورِ نڈال کی زہر
سامانیوں کی وجہ سے افتراق کا پرچم بن گیا۔ دوسروں کو
دس محبت دینے والا اپنوں کا گلا گلنے لگا۔ اہل کتاب کو تعالوا
الی کلہا کی دعوت دینے والا اپنے کلمہ کو بھائی پر کفر کے تیر
برسلنے لگا۔ مولانا حالی نے اس اندوہ ناک صورتحال کی طرف

اشارہ کیا تھا کہ

۸۔ اس دین میں اب بھائی سے بھائی بھی جدا ہے۔

یہ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ یہ ایک طویل داستان ہے۔ سوال صرف اتنا ہے کہ اب اس کا ازالہ کیسے ممکن ہے؟ اس کا جواب اہل نظر پر مخفی نہیں۔ ہر کہیں احاسس موجود ہے۔ صرف اک عزم صادق درکار ہے۔ ہر گروہ، ہر مسک، ہر مکتبہ فکر اپنی روش میں اعتدال پیدا کرے۔ ایک دوسرے کو برداشت کا حوصلہ پیدا ہو۔ کیونکہ مشاہدہ یہ ہے کہ وحدت کی دعوت میں قربانی کا عنصر کم ہوتا ہے۔ اتحاد کی اپیل سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ اے لوگو تم سب اپنے سالک ترک کرو۔ گروہ چھوڑ دو۔ میرے ساتھ مل کر ایک ہو جاؤ۔ ایسی دعوت، وحدت امت کے لئے نہیں اپنے طریقہ عمل کی تبلیغ کے لئے ہوتی ہے اس لئے نتیجہ خیز نہیں ہوتی۔ سٹیج پر اتحاد ملی کا وعظ کہنے والا خود کسی مکتبہ فکر کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس کا اہل صرف یہ ہے کہ سالک کا درس دینے کی بجائے نباہ کرتے اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور مشترک مقاصد کے لئے متحد ہونے کی دعوت دی جائے۔ تم اپنے ردیوں میں پتے ہو گے مگر دوسروں کو چھوٹا تو نہ کہو۔ انسانی فکر میں تنوع ہے اور ہونا چاہیے۔ مگر اس تنوع میں ہم رنگی کا سامان پیدا ہونا چاہیے۔ یہ انداز فکر حیب علی اطہار میں یکسانیت پیدا کرے گا تو اسی وقت وقارِ ملت کا دروا ہوگا۔ ایسی کوشش لازم ہے وقت کا تقاضا ہے اور ملت کی ضرورت ہے

مولانا محمد اسحاق صاحب کا محترم کتابچہ "وحدت امت" نظر سے گزرا،
 قدر سے اطمینان ہوا کہ درست فہمت میں پیش رفت تو ہوئی یہ
 ابتدائی اقدام ہے اس پر کام ہونا چاہیے ہر صاحبِ دل کو
 اپنا حصہ ڈالنا چاہیے تاکہ وحدت امت ایک حقیقت بن سکے اس
 لئے کہ لہجہ کی نرمی، ریشمی الفاظ کا انتخاب پیشکش کی بے لوثی اور
 خلوص کی فراوانی درکار ہے۔ خواہش رکھتا ہوں کہ وحدت کی اس
 دعوت میں دلجوئی کا انداز مزید مستحکم ہو جائے اور زیادہ نشستیں ہوں
 اور تلخی کی کوئی صورت برقرار نہ رہے دل دکھے تو ایسا ہو جاتا ہے
 مگر مقصد کی عظمت پر جذبات کو قربان کر دینا وقت کا تقاضا ہے
 اللہ کو بے یمنی بے غرضی سے جاری رہے اور قوم کی بے یمنیوں
 کا مرداوا کرے۔ میں مولانا اور ان کے احباب کے لئے دعا گو ہوں کہ
 اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو نچنگی عطا فرمائے اور ملتِ اسلامیہ کو
 وحدت آشتی ہونے کی توفیق دے آمین!

والشور، ماہر تعلیم

چوہدری ریاض احمد
ڈائریکٹر آف ایجوکیشن (سکولز)،
فیصل آباد ڈویژن

امتِ مسلمہ آج جس افتراق و انتشار کا شکار ہے اس کے
بہت سے اسباب ہیں لیکن ان میں سے سب سے اہم
سبب فرقہ بندی ہے۔ ہمارے مذہبی مدارس اور مساجد
اسلامی اتحاد کے بجائے تکویر و تعصب کے مراکز بن گئے
ہیں۔ اب تو مذہبی جماعتیں منظم سیاسی تنظیموں میں تبدیل ہو گئی
ہیں۔ اگرچہ سب کا منشور ملک میں اسلامی نظام کا قیام ہے
اور اپنی اپنی جگہ ہر کوئی جماعت اور اس کے داعیان امت
مسلمہ کے اتحاد کے نقیب ہیں لیکن نتائج کے اعتبار سے
صورتحال اسکے برعکس ہے۔

تاہم ان تکلیف دہ حالات میں دردِ دل رکھنے والے علماء
اور زعماء کی بھی کمی نہیں جو مقدور پھر اتحادِ امتِ مسلمہ کیلئے
ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ وحدتِ امت کیلئے ایسے
ہی دردِ دل رکھنے والے علماء میں سے ایک مخلص و مستعد عالم
دین حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب نے وحدتِ امت
کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں دلنشین اور مستند

حوالوں کے ساتھ قرنِ اول اور مابعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
اسی اور محدثین کے یاہمی علمی و فقہی اختلافات کا ذکر
کیا ہے۔ لیکن حضور ختمی مرتبت صل اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے فرمان کے مطابق کہ اختلاف میری امت کیلئے رحمت
ہے، ان بزرگوں نے اسلامی اخوت کو بہر صورت برقرار رکھا
مولانا نے مستند روایات کی روشنی میں بہت سی مثالوں
سے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی شخص کے واضح انکارِ اسلام
کے علاوہ محض شبہ یا تعبیر و تشریح میں اختلاف کی بنا پر کسی
مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عالمِ اسلام بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص دین سے
عمومی لگاؤ کے باوجود تکفیر، نفرت اور تعصب کی جو فضا پیدا ہو
چکی ہے اسکے پیش نظر امت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کیلئے
مولانا موصوف کا یہ کتابچہ بارش کا پہلا قطرہ ہے۔ امید ہے کہ
مولانا موصوف اور دیگر علماء و اکابرین ملت کو متحد کرنے کی
کوشش کرتے رہیں گے تاکہ یہ ٹوٹا ہوا تارِ مرہ کا میل بن جائے۔

ڈاکٹر یوسف حسان حنا،
سابق میڈیکل آفیسر الائیڈ ہسپتال
فیصل آباد۔

اہل قبلہ کی تکفیر اور فقہی اختلافات کی بنا پر ملت میں محاذِ اہل
کے سدباب پر مولانا محمد اسحاق صاحب کا موقر رسالہ
”وحدتِ امت“ نظر سے گزرا جس میں نہایت مدلل طریقے
سے جملہ حوالوں کے ساتھ یہ سعی کی گئی ہے کہ مسلمانوں کے
تمام مکاتبِ فکر کے مابین اتحاد و اتفاق کے وسیلے تلاش
کئے جائیں اور جس غلط رویے نے امت کے درمیان
تقسیم درتقسیم کی بنیاد ڈالی اس کا تدارک کیا جائے۔

میں اس مقالے کو ایک صحیح کوشش قرار دوں گا جو ایک
صحیح وقت پر کی گئی۔ اتحادِ ملت کی جتنی اشد ضرورت ہے
آج ہے شاید کبھی بھی نہ تھی۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے
درمیان اختلافات جو تاریخ کے مختلف ادوار میں کبھی کم اور کبھی
زیادہ ہوتے رہے ہیں۔ اس پر آشوب دور میں اس بیخ پر
پہنچتے نظر آتے ہیں کہ ایک دوسرے کے خلاف مسلح گروہ منظم
کئے جا رہے ہیں اور صرف فقہی اختلافات کی بنا پر ایک
جماعت دوسری جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوشش
میں نظر آتی ہے۔ ایک طرف تو یو سنیا اور کشمیر کے مسلمانوں

یہ یہ قیامت ٹوٹی ہے کہ ان کی نسل کشی کی کوششیں کی جا رہی ہیں اور دوسری طرف ہمارے بعض علماء اپنے ہی بھائی بستہ دل کو تکفیر کی چھری سے ذبح کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق اور محاذ آرائی اتنی بڑھادی گئی ہے کہ ان کو ایک دوسرے کا وجود برداشت کرنا بھی گوارا نہیں رہا۔

مولانا موصوف یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی اس کاوش سے تکفیر بازی اور فقہی اختلافات کی بتا پید ہونے والی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے اور اس راستے کی نشاندہی کی ہے جس پر چل کر ہم لوگ وحدت امت کی منزل پا سکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ مولانا کو اس کاوش کا اجر عطا فرمائیں اور اس مقالے کو اتحاد امت کا ایک وسیلہ بنا دیں آمین!

نشاہتو

سید مظہر حسین نقوی
جنرل سیکرٹری ایجن سادات
پاکستان فیصل آباد۔

استادِ مکرم جناب حافظ محمد سلیمان صاحب کی شفقت سے جناب مولانا محمد اسحاق صاحب کے خطبہ مجموعہ پر مبنی رسالہ وحدتِ امت کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ آج جب فرقہ واریت کی یادِ سموم مسلمانانِ عالم کے افکار و اذہان کو جھلسا رہی ہے۔ عالمِ اسلام اس امر پر دست و گریباں ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں یا پاندھ کر (جب کہ دشمنانِ اسلام ان کے ہاتھ کاٹنے کی فکر میں ہیں) وحدتِ امت کی سوتھ منقود اور ذاتی اغراض پر مبنی افکار کو اسلامی پیرہن میں سمایا جا رہا ہے تاکہ مادی منفعت کا حصول ممکن ہو سکے۔ ایسے وقت میں وحدتِ امت کی سوتھ بارش کے پہلے قطرے سے کم نہیں۔

یہ ایک نہایت جرأت مندانہ اقدام ہے جس کے لئے سوتھ کے اس داعی کو داخلی اور خارجی مزاحمت کا یقیناً سامنا ہوگا۔

لہذا

اُن پر اٹھنے کو ہول میں بھی جلائے رکھنا۔